تحقیق قبیلہ علوی اعوان پاک وہند

عُمدۃ الاعوان

فی اولاد قمر بنی ہاشم سلام اللہ علیہ

شاہ دل اعوان

اللہ

کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

عمدۃ الاعوان

فی اولاد قمر بنی ہاشم سلام اللہ علیہ

شاہ دل اعوان

شجرہ نسب علوی اعوان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

|

ابوالفضل عباس سلام اللہ علیہ

|

عبیداللہؒ

|

حسنؒ

|

حمزۃ الاکبرؒ

|

جعفر

|

علیؒ

|

قاسمؒ

|

طیارؒ

|

ابویعلیٰ حمزہؒ

|

یعلیٰؒ

|

عونؒ

(قطب شاہ)

عمدۃ الطالب، المعقبون، الشجرۃ الزکیہ، تاریخ زاد الاعوان، نسب الاعوان
مدرک الطالب۔انوار شمسیہ۔توضیح الانساب، خاندان حضرت عباس علمبردارؑ

تحقیق قبیلہ اعوان پاک و ہند

عُمدۃ الاعوان

فی اولاد قمر بنی ہاشم سلام اللہ علیہ

شاہ دل اعوان

افکار الاعوان پاکستان
اسلام آباد

فائنل

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ISBN 978-969-23103-0-7

نام کتاب: عمدۃ الاعوان

تحقیق: شاہ دل اعوان

نظر ثانی: محمد ریاض انوال اعوان

زیر نگرانی: محمد آصف اعوان

پیشکش: ملک عطا محمد اعوان

اشاعت: مارچ 2020ء

زر تعاون: 350 روپے

پرنٹر: فیض الاسلام پریس راولپنڈی

ناشر: ادارہ افکار الاعوان پاکستان

ملنے کا پتہ

مناقب پبلشرز

11-رعد بلاک، F-8 مرکز، اسلام آباد۔پاکستان

فون نمبر: 8608035 300 92+

awanlegal@gmail.com www.Awans.com.pk

انتساب

جدِ اعوان، والی وادی سون حضرت عبداللہ گولڑہ

علوی قادری عباسی اعوان

کے نام

﴿حسن ترتیب﴾

۱	شجرہ نسب علوی اعوان		2
۲	انتساب		5
۳	قرآن وحدیث		9
۴	دیباچہ	امین علوی	10
۵	تقریظ	سید عباس گیلانی	12
۶	تقدیم	طاہر حسین قادری	15
۷	عرض حال	ڈاکٹر سید افتخار حسین بخاری	17
۸	دارالعرفان	امیر محمد اکرم اعوان	20
۹	داد تحسین	معین الدین عقیل	21
۱۰	جدید تحقیق	پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ شاہ ہاشمی	22
۱۱	تقریظ	جلیل احمد ہاشمی	24
۱۲	دعا فرید	خواجہ فرید مسعود تونسوی	26
۱۳	تبصرہ	امجد محمود اعوان	27
۱۴	مقدمہ	بغداد سے سون تک	31
۱۵	حقیقت علی اعوان قبیلہ		36
۱۶	حضرت علی مرتضیٰؓ		38
۱۷	حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ		44
۱۸	عبید بن عباس سلام اللہ علیہ		49

۱۹	حضرت حسن علویؒ	51
۲۰	حضرت حمزہ علویؒ	52
۲۱	حضرت جعفر علویؒ	53
۲۲	حضرت علی علویؒ	55
۲۳	حضرت قاسم علویؒ	56
۲۴	حضرت طیار علویؒ	58
۲۵	حضرت حمزہ ثانی علویؒ	59
۲۶	حضرت یعلیٰ قاسم علویؒ	61
۲۷	حضرت عون قطب شاہؒ	64
۲۸	حضرت عبداللہ بن عونؒ	72
۲۹	چورہ دادا کولڑہ	74
۳۰	محمد بن عون بن یعلیٰؒ	77
۳۱	زمان علیؒ بن عون	79
۳۲	دیگر ازواج واولادِ عون قطب شاہؒ	81
۳۳	حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہوؒ	83
۳۴	حضرت میاں محمد حیاتؒ	89
۳۵	حضرت خواجہ مولانا زین الحق مکھڈیؒ	95
۳۶	حضرت سلطان ابراہیمؒ ساڑھی والے	98
۳۷	حافظ میاں محمد الیاسؒ	99
۳۸	حضرت محمد عظیم المعروف بابا بوبدی سرکار تلی شریفؒ	100
۳۹	حضرت سخی محمد خوشحالؒ	103

۴۰	سلطان حاجی محمد اویسیؒ	104
۴۱	سلطان مہدیؒ	105
۴۲	خواجہ شمس الدین سیالویؒ	106
۴۳	حضرت بابا سجاولؒ	107
۴۴	حافظ رحمت اللہؒ	108
۴۵	حضرت خواجہ محمد کرم حسین حنفی القادریؒ	109
۴۶	حضرت میاں محمد عیسٰیؒ	112
۴۷	پس منظر تحقیق الاعوان	116
۴۸	علم الانساب اور نسابہ	120
۴۹	عربوں کی آمد ہند تاریخی پس منظر	121
۵۰	تاریخ علوی از مولوی حیدر علی	123
۵۱	تاریخ زاد الاعوان	128
۵۲	تاریخ باب الاعوان	134
۵۳	تاریخ حیدری	136
۵۴	علوی، عباسی حکمران اور سلطان محمود غزنوی	142
۵۵	اعوان، آوان یا عوان	143
۵۶	ملک کی حقیقت	144
۵۷	فیصلہ ہائی کورٹ لاہور 1935ء	145
۵۸	شہادت علم الانسان	146
۵۹	کوہستان نمک میں اعوانوں کا ارتقاء	147
۶۰	عکسی حوالہ جات شجرات، مخطوطہ جات	150

قرآن کریم

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

ترجمہ:اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

(سورۃ الحجرات 13)

احادیث مبارکہ

تعلمو امن انسابکم ما تصیلون به ار حامکم

ترجمہ:اپنے نسب سیکھو کہ تم تقاضائے رشتہ داری سے عہدہ برا ہوسکو

(ترمذی،مسند احمد)

من ادعی الی غیر أبیه و هو یعلم أ نه غیر ابیه فالجنة علیه حرام

ترجمہ: جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

(مسلم شریف حدیث نمبر 222)

فائنل

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد واله الطيبين الطاهرين وبعد

نؤيد نحن السادة العلويين العباسيين في العراق لكم انتم ابناء عمومتنا هذا النسب الطاهرللعالم الاسلامي ((ال ابي الفضل العباس الطاهر))وبالاخص النسب العلوي العباسي المقدس المعروفين ب اعوان قطب شاه .وجدتهم في كثير من المصادر والابحاث العربية والفارسية والباكستانية والانكليزية .وهم ما يقدرون بمليون سيد علوي حسب ما اطلعت على اعدادهم في كتاب شجرة الانساب النبوية.

التقيت بهم في كربلاء المقدسة وبغداد الكاظمين عليهما السلام وكذلك النجف الاشرف عاصمة أمير المؤمنين علي بن ابي طالب عليه السلام. ونسب هذة السلالة الطاهرة يعود الى

النبي الاكرم محمد صلى الله عليه واله وسلم.الامام علي بن ابي طالب اسد المشارق والمغارب .بطل العلقمي السقا ابا الفضل العباس.الامير عبيد الله الاكبر الاجل.الامام الحسن.الامام الحمزة الاجل .علي.القاسم.الحمزة الغربي .يعلى الكبيروبه يكنى عليهم السلام اجمعين

وارسالت هذا التائيد الى السيد شهاب اعوان
واسال الله ان يوقفنا واياهم فى حفظ هذا النسب
الشريف بحق محمد واله اجمعين .واختم قولى بالصلاة
على اشرف الخلق محمد واله الطيبين الطاهرين

الموقع اخوكم السيد امين على عبد الايمة العلوى من العراق

009647809334471

فائل

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

سرکار دو عالم رسالت مآب ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ "اپنا شجرہ نسب سیکھو تا کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرسکو! صلہ رحمی کی وجہ سے خاندان میں الفت، رزق میں اضافہ اور عمر میں طوالت ہوتی ہے"۔ بعض لوگ ذاتی کمالات کو ہی عز و شرف کا موجب سمجھتے ہیں اور خاندانی شرافت کو اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ شرف نسب بالعموم مذاہب عالم اور بالخصوص اسلام میں قابل احترام ہے۔ بیشک آباؤ و اسلاف کی شرافت اولاد کے لئے دنیا و آخرت میں سرمایہ افتخار و وقار ہوتی ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں اس امر کی تائید و تصدیق مسلم ہے۔

زیر نظر مسودہ کتاب "عمدۃ الاعوان" معروف شاعر، عظیم محقق اور ممتاز قانون دان جناب شاہ دل اعوان کے حُسن قلم کا شاہکار ہے اس میں انہوں نے خاندان اعوان کے مستند نسبی شجرات اور معتبر تاریخی روایات کو یکجا فرمایا ہے، مضبوط تاریخی حوالہ جات اور معروضی حالات و واقعات کی بنیاد پر سقیم و ضعیف روایات کی اصلاح و تصحیح فرمائی ہے۔ بلاشبہ یہ کاوش عہد مسلسل، جانفشانی اور عرق ریزی کی متقاضی تھی۔ جس میں الحمدللہ مصنف موصوف سرخرو ہوئے ہیں بیشک یہ کتاب معرفت انساب خاندان اعوان کے لئے انمول تحفہ ہے۔ وادی سون میں اس خاندان کے قدیم شجرات یقیناً معتبر ہیں اور بعض تاریخی مصادر کی بنیاد پر ان کا علوی النسب ہونا متواتر موجود و محفوظ ہے۔

معروف اولیاء کرام جیسے سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ قادری،

سلطان ابراہیم ساڑھی والے قادری امب شریف، سلطان حاجی احمد صاحب اوچھالہ، سلطان مہدی صاحب بھنا کہ، حافظ محمد الیاس موضع چٹہ وادی سون سکیسر جن کے مزارات پر شجرہ جات کندہ ہیں۔ ملک محمد خورشید حسن علوی کے جد امجد سے میاں فیض اللہ قادری قلعہ خان پور اور ڈیرہ اسماعیل خان میں شیخ بھنبھ کے مزار ہیں اور پیر کرم حسین قادری منگانی شریف اسی مبارک خاندان سے ہیں۔ ان کا فیض عام آج بھی جاری و ساری ہے۔ یقیناً یہ بزرگان دین حسنی گیلانی قادری شخصیات کے فیض یافتہ ہیں۔ منگانی شریف میں پیر مظہر حسین اور پیر طاہر حسین مسند علم و حکمت پر فائز ہیں۔

ہمارے خانوادہ حسنی گیلانی رزاقی مقیم شہانی (بھکر تشیب) کے بزرگان کی روایات کے مطابق تقریباً اڑھائی سو سال قبل قریبی بستی میاں صاحب موضع مورانی جنوبی میں اعوان خاندان کے بزرگ میاں احمد بخش قادری سکونت پذیر ہوئے اور بستی میں مسجد درس اور دو کنوئیں آبنوشی کے تعمیر کئے۔ یہ ہمارے سید مرید شاہ غازی حسنی گیلانی کے معاصر تھے۔ ان دونوں بستیوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے۔ ان دونوں خاندانوں کی کاوشوں سے "کچھی سونے کی چچھی" بنی اور علم و عرفان کی شمعیں روشن ہوئیں۔

ابتداً ہی سے دونوں خاندانوں میں باہم احترام الفت و محبت قربت و دوستی کا رشتہ رہا ہے۔ عشق رسول مقبول ﷺ علم و تقویٰ ان کی مشترکہ اقدار رہی ہیں۔ الحاج مرید عباس حکیم خضر حیات، حکیم غلام رسول اس خانوادے کی معروف سماجی و سیاسی شخصیات گزری ہیں انہی میں سے محقق دوراں جناب ملک محمد خورشید حسن علوی اعوان تحقیقی اور خاندانی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔

خداوند کریم شاہ دل اعوان سرمایہ و فخر وادی سون کی یہ کاوش اپنی بارگاہ

فائنل

ایزدی میں قبول فرمائے اور یہ تحفہ ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے ۔ امین

احقر الوریٰ نقیب سید محمد عباس حسنی گیلانی

موضع شھانی بھکر نشیب

28۔ اکتوبر 2017ء

تقدیم

دینِ محمدی میں عزت و بزرگی کا معیار ذات پات ہرگز نہیں بلکہ انسانی عزت وعظمت کا معیار پاکیزہ کردار، خدا خوفی اور تقویٰ ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** ؕ بیشک اللہ کے قریب تم میں زیادہ اکرام والا وہ ہے جو متقی ہے۔ اللہ کے محبوب نے آخری خطبہ میں فرمایا تھا، ''اے لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدمؑ کی اولاد ہو، آدم مٹی سے پیدا ہوئے، تم میں سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت حاصل نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا ہے کہ **وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْ** (اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے گئے ہیں تا کہ تم پہچانے جا سکو) گویا قومیں اور قبیلے بنائے گئے کہ یہ ذریعہ بنیں لوگوں کی پہچان کا۔ البتہ جلیل القدر، عظیم ہستیوں کی اولاد ہونا بلاشبہ بہت بڑا شرف ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کو ساری انسانیت پر فوقیت و برتری اس لئے حاصل ہے کہ وہ اللہ کے محبوب کریم ﷺ کا خون ہیں۔ اہل بیت اطہار کا نسل انسانی سے کوئی موازنہ اور مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جو عظمت، فضیلت، بلندی اور شان آلِ رسول ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی قوم، قبیلے اور حسب ونسب کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خاندانِ اہلبیت سے نسبت وتعلق کی وجہ سے امیر المومنین اخی

رسول ﷺ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہونا بھی اتنا بڑا شرف، تقدس اور اعزاز وفخر ہے کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ اعوانوں کے خون کے اندر شجاعتِ حیدری کی جوکڑک موجود ہے یہ صرف انہی کا خاصہ ہے، یہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مبارک خون کا ہی صدقہ ہے کہ آج نہ صرف برصغیر میں بلکہ عرب و عجم میں قبیلوں کے لحاظ سے اعوانوں جیسا خود دار، اولوالعزم، قائدانہ صلاحیت، غیرت مند اور دیگر انسانی اوصاف سے مالا مال اور کوئی قبیلہ نہیں ہے۔ ذالک

فضل الله یوتیه من یشاء ه

کتاب ''عمدۃ الاعوان'' واقعی قبیلہ علوی اعوان کے لئے ایک تاریخی دستاویز اور قابلِ قدر اضافہ ہے، خصوصاً اُن اعوانوں کے لئے جو اپنے شجرہ نسب کو جاننا چاہتے ہیں اُن غیور اور تعلیم یافتہ اعوانوں کے لئے بھائی شاہ دل اعوان حفظکم اللہ تعالٰی کی یہ کتاب ایک تحفہ ہے جو اپنے نسب میں تحقیق کی جستجو رکھتے ہیں اور اپنے قبیلے، نسل اور نسب پر فخر کرتے ہوئے اپنی قوم کی حقیقی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

وَمَا توفیقی اِلا بالله

محمد طاہر حسین قادری غفرلہ
خانقاہ منگانی شریف، ضلع جھنگ
۲۰ نومبر ۲۰۱۷ء

عرضِ حال

برصغیر پاک و ہند کے ماضی کا المیہ رہا ہے کہ اگر اس کی کوئی تاریخ لکھی گئی تو وہ صرف حکمران طبقے ہی کی تاریخ لکھی گئی یا پھر اسی طبقے کے نقطۂ نظر اور خوشنودی کے لئے لکھی گئی اور عوام کے ماضی کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔خاص طور پر پنجاب کی تاریخ پر مواد کی کمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج سو سال گزر جانے پر بھی سید عبداللطیف کی کتاب ''تاریخ پنجاب'' معلومات کے حصول کا ایک اہم ذریعہ متصور ہوتی ہے۔حالانکہ اب تک اُس کی جگہ کئی کتابوں کو نئے تحقیقی مواد کی روشنی میں آجانا چاہیے تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ہاں تاریخ ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔

نئے افکار و نظریات کی کمی نے تاریخ پر ہونے والی ضروری تحقیق کو ابھرنے نہیں دیا۔تاریخی مواد کی کمی، اندھی تقلید، اور تحقیق کے رجحان سے انحراف ہی کا نتیجہ ہے، کہ ہم پنجاب اور دیگر مقامی اور قبائلی تواریخ اور اُن کی پیچیدگیوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔لہٰذا آج ایسی تاریخی تحقیق کی ضرورت ہے، جو اندھی تقلیدی روش کے زیر اثر لکھی گئی مقامی تاریخوں کا عقلی، علمی اور ٹھوس بنیادوں پر تجزیہ کرتے ہوئے ممکنہ حد تک حقائق سامنے لائے۔

شاہ دل اعوان کی زیر نظر کتاب ''عمدۃ الاعوان'' جو بظاہر ایک قبیلے کی تاریخ ہے۔تحقیقی تاریخ لکھنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔عمدۃ الاعوان کا بنیادی موضوع حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی اولاد کا برصغیر میں آنا اور مابعد کی روداد ہے۔گویا زیر نظر کتاب تحقیقی تاریخ نویسی کی ایک عمدہ کاوش ہے۔مزید

فائنل

تاریخ کے موضوع پر مصنف کی عمدہ کوشش ہے اور علمی حلقے توقع رکھتے ہیں کہ تحقیق کے میدان میں کتاب پیش خیمہ ثابت ہو گی۔

اگر چہ راقم کا اپنا تعلق سادات فاطمیہ کے نقوی بخاری خانوادے اور محقق علامہ باقر ھندی مرحوم کے گھرانے سے نسبت ہے۔ ایک تو تاریخ کا طالب علم، مزید اُسی علاقہ اعوان کاری (وادی سون) سے تعلق ہونے کی بنا پر مقامی اعوان قبیلے کے بارے اپنے بزرگوں اور آباواجداد کے توسط سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی روایات، بھی ایک طرح کے علمی ذخیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ آثار و قرائن میں بودو باش، طرز معاشرت، شکل وصورت خدوخال، عادات و خصائل غرض کہ ہر لحاظ سے علاقہ اعوان کاری کا، اعوان قبیلہ پاک و ہند میں علوی اعوان ہونے کے دعوے دار لوگوں سے جدا نظر آتا ہے۔ اور اس طرح اس گئے گزرے دور میں بھی ایفائے عہد، سخاوت، بہادری، مہمان نوازی، مظلوم کی مدد اور داد رسی اِس علاقے میں وجہ شرف خیال کی جاتی ہیں۔ بالکل عربوں ہی کی طرح علاقے بھر میں پھیلی ہوئی اپنے قبیلے کی مختلف شاخوں کی خوبیاں اور خامیاں عام لوگوں کو بھی ازبر ہوتی ہیں۔ صدیوں پرانی دشمنیاں اور حلیف قبیلوں اور دوستوں کے احسانات بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی روایاتی تاریخ کے طور پر انہیں یاد رہتے ہیں۔ ایک اور مشاہدہ جو صرف عرب دانش کا خاصہ ہے، ہر گاؤں میں ایسے بزرگ عام ہیں جو کسی بھی اجنبی کے خدوخال دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ نوجوان قبیلے کی کس شاخ اور کونسے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔

اعوان کاری خصوصاً وادی سون واحد علاقہ ہے۔ جہاں صرف اور صرف علوی اعوان اور ساداتِ فاطمیہ ہی آباد ہیں۔ اور بلا شرکت غیرے صدیوں سے سینکڑوں مربع میل علاقے پر متصرف ہیں۔ کسی بھی دور میں کسی کا غلبہ قبول نہیں

کیا۔ سادات کے ساتھ رضاعت کے رشتے برقرار رکھنا سعادت اور اپنے ہی قبیلے میں یا پھر سادات فاطمیہ میں بچیوں کے رشتے کرتے ہیں۔

القصہ مختصر بزرگ ساداتِ فاطمیہ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ مقامی علوی اعوان قبیلے نے مودّت اور اولادِ عباس علیہ السلام ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ راقم توقع رکھتا ہے کہ مصنف کی آئندہ آنے والی کتاب مزید تحقیقی تاریخ اور معلومات کے حساب سے جامع ہوگی۔

ڈاکٹر سید افتخار حسین بخاری
چیئرمین تھنکرز اینڈ رائٹرز فورم لاہور

فائنل

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یہ بہت طویل بحث ہے جو بہت عرصہ سے چل رہی ہے کہ اعوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔اس پر تقریباً تمام یا اکثر مورخ متفق ہیں جب آگے بات چلتی ہے تو بحث اس پر ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہؒ کی اولاد ہیں یا حضرت غازی عباسؓ کی؟۔۔حضرت محمد بن حنفیہؒ امت میں واحد ہستی ہیں جن کے روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتؓ کو خوشخبری دی کہ تمہارے بیٹا ہوگا اس کا نام میرے نام پر رکھنا اور میری کنیت بھی یعنی ابو القاسم اسے عطا کرنا یہ واحد ہستی ہیں ورنہ کنیت کی اجازت امت میں کسی اور کو حاصل نہیں یہ تو ان کا مرتبہ ہوا یعنی مرتبہ میں امام ابو القاسم محمد بن حنفیہ بھی ایک انفرادی خصوصیت رکھتے ہیں۔

رہی بات کہ اعوانان سون وونہار کس کی اولاد ہیں تو اب تک جو ہم نے سنا جو ہم نے جانا وہ یہ ہے کہ یہ حضرات حضرت غازی عباسؓ کی اولاد ہیں ۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں اسی کو درست جانتا ہوں ۔حقیقی علم اللہ کریم کے پاس ہے ۔اللہ کریم ہمیں ان بزرگوں کی اطاعت اور نقش قدم نصیب فرمائے۔آمین

والسلام

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان ۔ چکوال

16.01.2016

دادِ تحسین

میں بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی کاوش سے نوازا۔اپنے موضوع کی نوعیت اور افادیت کے لحاظ سے آپ کی یہ کاوش آپ کی جستجو اور محنت کا ثبوت ہے۔آپ نے بڑی لگن اور دل چسپی سے متعلقہ مآغذ تلاش کر کے اس کام کو انجام دیا ہے جس کے باعث اعوانان پاک وہند کے بارے میں بہت مفید معلومات یکجا ہوگئی ہیں۔یہ آپ کے ذوق وشوق اور آپ کی محنت ولگن کے بغیر ممکن نہ تھا۔آپ کے اس کام سے قبیلہ اعوان کے بارے میں دل چسپی اور جستجو کرنے والے سب ہی افراد اس سے استفادہ کریں گے۔اس اعتبار سے آپ کا یہ کام ایک اہم ماغذ کے طور پر مطالعے وتحقیق میں معاون رہے گا۔

میں اس کتاب سے استفادے کا موقع عنایت فرمانے پر آپ کا ممنون رہوں گا۔

والسلام

معین الدین عقیل

کراچی

جدید تحقیق

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام میں صوفیاء کرام کا بہت بڑا حصہ ہے صوفیاء کرام کی تعلیمات ،خیالات اور کردار نے یہاں کے لوگوں کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، انہی صوفیاء کرام میں سے حضرت سلطان باہوؒ کا نام نامی بہت اہمیت کا حامل ہے۔آپ کی صوفیانہ شاعری پنجابی و فارسی نے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور جب ان کے پرستاران کی سوانح حیات مانگنے لگے تو ان کے ساتھ بھی یہی ہوا جو صوفیاء کے ساتھ گدی نشین کرتے ہیں۔ان کے حالات تحریر کرتے وقت کم فہمی کی وجہ سے صحیح جائزہ پیش نہیں کر سکے مثال کے طور پر میاں محمد بخشؒ کو حضرت عمرؓ کی اولاد بتاتے رہے۔جدید تحقیق کے مطابق ثابت ہے کہ حضرت میاں محمد بخشؒ کا تعلق گجر قبیلے سے ہے۔اسی طرح باقیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔حضرت سلطان محمد باہوؒ کی حیات مبارکہ پر مناقب سلطانی انہی کے خانوادہ کے شخص نے تحریر کی اور انہوں نے جو شجرہ درج کیا بعد میں آنے والے اسے معتبر سمجھ کے درج کرتے چلے گئے ۔انہوں نے کسی معتبر حوالہ کتب سے شجرہ پیش نہیں کیا۔جدید دور میں تحقیق سائنسی انداز میں قدم رکھ چکی ہے اور سابقہ نقائص کو دور کرتی ہے۔

موجودہ دور میں شاہ دل اعوان نے سائنسی انداز میں حضرت عون قطب شاہ اور تاریخ اعوان پر ایک بھرپور کوشش کی ہے۔انہوں نے ان قدیم کتب کو تلاش کیا جو ان باتوں پر روشنی ڈالتی ہیں ۔کوئی بات اپنی جانب سے تحریر نہیں کی بلکہ حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے تاریخ کا صحیح رخ اختیار کیا ہے۔

انہوں نے تاریخ علوی سے آغاز کیا اور تاریخ زاد الاعوان، تاریخ باب الاعوان، تاریخ حیدری پر تبصرہ کر کے قلندرانہ جذبہ، تحقیقانہ انداز میں سچ اور جھوٹ کا فرق بتایا ہے۔ان کا یہ ہی کارنامہ کافی تھا کہ انہوں نے وہ تمام معتبر تاریخی کتب کو سامنے لے آئے لیکن جدید کتب سے موازنہ کر کے صحیح بات تک پہنچنا اس سے بھی بڑا کارنامہ ہے۔یہ کتاب اعوانوں کی تاریخ پر ایک لاجواب کتاب ہے۔جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

میں مصنف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے جذبہ شوق کو اور بڑھائے۔تا کہ تاریخی اغلاط کو دور کیا جا سکے۔ان کے خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تاریخی گواہی یا حوالہ جات ہوں۔ میری ان کے لئے یہ دعا ہے کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ شاہ ہاشمی

فائنل

تقریظ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں ارشادفرمایا ہے:

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔

مذکورہ بالا اِرشاد سے دو باتیں واضح ہیں: ایک یہ کہ پہچان کے لیے انسانوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا جانا، اور دوسری یہ ہدایت کہ انسانوں میں بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری پر ہے۔ اِس حوالے سے اگر غور کیا جائے تو پہچان کی حد تک قبائل کی شناخت کی اہمیت بڑی واضح ہے لیکن اللہ رب العزت نے حضرتِ اِنسان کی فطرت کے پیشِ نظر ساتھ ہی بتلا دیا کہ حسب، نسب یا خاندان اور قبائل ہرگز اِنسانی شرف ومنزلت کا معیار نہیں ہیں بلکہ عظمت اور بزرگی کا حقیقی معیار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس معیار کو پیشِ نظر رکھ کر لوگوں کی آپس میں نسب کی پہچان کے لیے قوموں کے حوالے سے قبائل کی تقسیم کی اہمیت سے ہرگز اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔

اِسلام نے جہاں علم کے دیگر بہت سے میادین کو وجود اور ترقی عطا کی، وہیں اپنے آباء و اجداد اور نسب کے بارے میں معلومات و شجرات کو ترتیب دینے والے علم الانساب کو بھی نمو بخشا۔ شاد دل اعوان صاحب ایڈووکیٹ کی زیرِ نظر کتاب اِسی سلسلے کی ایک تحقیقی کاوش ہے جس میں انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں قبیلہ اعوان کی تاریخ پر تحقیقی کام کیا ہے اور اِس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تنقیدی

جائزہ لیتے ہوئے ان فکری مغالطوں اور تضادات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جس نے تاریخِ اعوان کو شکوک وشبہات کی گرد میں گم کر دیا تھا۔

حضرت عون بن یعلیٰ قبیلہ اعوان کے جد امجد ہوگزرے ہیں۔ آپ نہایت باریک بیں، اعلیٰ اطوار اور لطیف ذوق کے مالک تھے۔ حاضر جوابی میں تو کوئی ان کا ثانی نہیں تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ آپ قطب شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ سے انہیں خاص محبت وعقیدت تھی۔ شاہِ جیلاں کے حکم پر ہی قطب شاہ برصغیر پاک وہند تشریف لائے اور بے شمار لوگ ان کے دستِ اقدس پر مسلمان ہوئے۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نسبت کے باعث اعوان خود کو علوی لکھتے ہیں۔ فارسی میں عون کی جمع اعوان ہے۔ چنانچہ عرب اور فارس میں تو یہی لفظ لکھا گیا ہے۔ بلاشبہ قبیلہ اعوان کی اہل بیتِ اطہار سے نسبت بڑے شرف ومنزلت کا باعث ہے۔ اِسی نسبت کی خالصیت کے جذبے نے شاہ دل صاحب ایڈووکیٹ کو آمادہ کیا کہ شجرۂ نسب علوی اعوان کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے۔

اِدارہ اَفکار الاعوان کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی شاہ دل اعوان صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ اعوان برادری کے لیے بڑی طمانیت کا باعث بنے گی۔ اُمید کی جانی چاہیے کہ وہ مستقبل میں بھی اپنے تحقیقی جذبے کو بروئے کار لاتے ہوئے دیگر اہم قومی موضوعات پر اپنی تخلیقی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔

(جلیل اَحمد ہاشمی)
صدر شعبہ ادبیات
فریدِ ملّتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ
تحریک منہاج القرآن

فائنل

دعاِ فرید

واقعہ کربلا کے بعد جب عرب میں علویوں کے لئے مشکلات بڑھی تو علوی مختلف ملکوں میں چلے گئے۔ اولاد حضرت عباس علمدارؓ بھی ہند سمیت مختلف ملکوں میں بکھر گئی۔ چونکہ علوی تبلیغ کرتے رہے اور ان کا حلقہ احباب وسیع ہوتا گیا۔ مبلغ حضرت عون قطب شاہؒ سلسلہ قادریہ کی اشاعت کرتے رہے بعد میں ان کی اولاد نے یہ فریضہ نبھایا ۔وادی سون سے اعوان قبیلہ کی اکثریت آج بھی سلسلہ قادریہ سے منسلک ہے۔ شاہ دل اعوان کی اس کتاب کے بعد تاریخ اعوان پر کوئی تشنگی نہیں رہے گی۔

دور حاضر میں اکثر لوگوں کے پاس جب ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا وقت نہیں ایسے دور میں لوگوں کو انکے درست شجرہ نسب کی صحیح آگاہی دینے کی جسارت کرنے پر میں شاہ دل اعوان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے تاریخ میں اعوان قوم کے شجرہ نسب کو غلط ریفرنس دے کر لوگوں کو گمراہ کیا گیا مگر شاہ دل اعوان کی ریسرچ پر مبنی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہوئے میں بہت فخر محسوس کر رہا ہوں ۔اور میری دعا ہے کہ یہ کتاب اعوان قبیلہ کے لئے مشعل راہ بنے۔

خواجہ فرید مسعود تونسوی
آستانہ عالیہ پیر پٹھانؒ تونسہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتب ہائے تاریخ و شجر کے حوالہ جات اپنی جگہ مسلم بلکہ سند کا درجہ رکھتے ہیں مگر ان سے بڑھ کر مستند ترین حوالہ سینہ بہ سینہ اس روایت کا بطور میراث نسل در نسل منتقل ہونا کہ الحمد اللہ ''اعوان'' حضرت عباسؓ علمدار کی اولاد ہیں جو ہمارے خاندان میں ہر پیر و جوان کی زبان زدِ عام ہے۔

نسبتِ عباسؓ ایک ایسی نسبت ہے جو وحدانیت، عشق رسولؐ، محبت اہل بیت، محبت محبانِ خدا سر بلندی دین حق حریت اور خودی کا مرکب ہے۔مقام کربلا میں جناب عباس بن علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت عملی ثبوت ہے اور وقت آخر جناب حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہنا کہ خدا خود آزادی ہے اور حریت ہے اے حریت میں تیرے ہی پاس آرہا ہوں۔گویا رہتی دنیا تک خودی اور حریت کا پیغام چھوڑ گئے۔

اس پیام ''حریت وخودی'' کو وادی کشمیر میں بسنے والی ذریتِ عباسؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں سے ایک مردِ حُر نے ایسا اپنایا کہ ان کی زندگی کا حاصل ٹھہرا۔میری مراد جناب مولانا حسام الدین اعوان نقشبندی مرحوم ہیں یہ ان دنوں کی بات ہے، جب متحدہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط تھااور کشمیر میں ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ کا راج نافذ العمل تھا مسلمان ظلم و بربریت کی چکی میں پس رہے تھے۔مسلمانوں کے لئے سرکاری ملازمت کے دروازے بند تھے۔تعلیمی اداروں میں مسلمان طلباء کو جسمانی تشدد سے ہراساں کیا جاتا۔ مسلمان مردوں کو بے قصور قید کر دیا جاتا۔راجہ کی مہارانی کی ڈولی کو اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے تھے۔علاوہ ازیں ناگفتہ بہ

فائنل

حالات میں مولانا حسام الدین دیگر قائدین کے ساتھ مل کر مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ڈوگرہ مظالم کے خلاف تحریک آزادی میں سرگرم ہوئے۔مولانا حسام الدین کا شمار بانیانِ مسلم کانفرنس میں ہوتا ہے ایک تو مولانا معلم تھے اور دوسرے شریعت میں طریقت کے پابند تھے اور موہڑوی سرکار کے معتمد خلیفہ تھے۔اور انہیں باقاعدہ خلافت عطا کی گئی۔مولانا نے صوفیانہ اور معلمانہ دونوں طریقوں سے بچوں بڑوں اور بوڑھوں میں آزادی جیسی نعمت کا شعور بیدار کیا اور ساتھ ڈولی اٹھانے کی رسم سے انکاری کا غیرت مند درس دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ''اعوان'' قوم نے ڈولی اٹھانے سے انکار کی پاداش میں ''بیگار'' جیسی مشقت آمیز سزا کو بمعہ قید قبول کیا۔اسی دوران کچھ خوشامدی کلمہ کو متعصب حلقے جو ڈوگرا کے دربار میں اپنی رائے مسلط کروانے کے مجاز تھے، نے حالات کا استعمال کیا، اور قوم ''اعوان'' کے نسب کو غلط ملط کرنا شروع کر دیا۔ حالات کے تناظر میں مولانا نے تنظیم الاعوان کی بنیاد رکھی، اور وقت کے یزیدیوں کے ساتھ دیدہ و دانستہ ٹکرا گئے ۔ یوں ''اعوان'' نسب کی حفاظت کے لئے آپ نے برجستہ قلم اٹھایا اور نسب نامہ ''نسب الاعوان'' مرتب کرنے کی ٹھان لی۔اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ مل کر دن رات کی پرواہ کئے بغیر مصروف عمل ہو گئے۔مگر تدبیر کے شاطروں نے تدبیری حربے بروئے کار لاتے ہوئے مولانا حسام الدین پر قتل جیسا سنگین و جھوٹا الزام لگا دیا جس میں مولانا حسام الدین اعوانؒ باعزت بری ہوئے۔

مابعد پھر سے نسب الاعوان پر کام شروع کر دیا بطور معلم دن بھر پیشہ وارانہ مصروفیت اور رات کو نسب سے محبت اور قوم کا درد آپ کو سونے نہ دیتا آپ لالٹین کی روشنی میں گھر گھر تشریف لے جاتے تحریری ریکارڈ اور سینہ بہ سینہ وراثتی

نسبی میراث تصدیق کرتے۔حصول مقصد کے لئے مولانا نے پا پیادہ سفر کیا اور 1934ء میں رسالہ نسب الاعوان پایہ تکمیل کو پہنچا جو اپنی نوعیت کا کشمیر میں ''اعوان'' نسب کی تحقیق پر پہلا تاریخی سنگ میل تھا۔قوم کے اس عظیم سپوت کو اس کارنامہ پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

میرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دشمناں کو خبر کرو

وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

اب کچھ تذکرہ ''شاہ دل اعوان'' کی زیر نظر کتاب بلکہ شاہکار عمدۃ الاعوان کا جس میں شاہ دل صاحب نے اپنے منفرد اور دلنشین انداز میں گویا لگ بھگ ہزار سال پر محیط ''اعوان'' تاریخ کو کمال مہارت سے کتابی شکل دی ہے۔ تحقیق عمیق کا منہ بولتا ثبوت مستند ترین تاریخی کتب کے حوالے ہیں۔حوس اور تعصب پر مبنی گمراہ کن تحقیق کی بھیڑ سے کمال ہنر مندی سے قاری اور حقیقت کو جو برسوں سے ابہام کی بھیڑ میں سرگرداں تھے،روبرو کھڑا کر دیا۔شاہ دل اعوان نے جو لکھا وہ دل سے لکھا گویا شاہ دل نے اپنا دل نکال کر سامنے رکھ دیا ہے اور ایک ایک لفظ تحریری ضمانت فراہم کرتا ہے ۔ اس سے قبل ان کی کتاب تحفۃ الاعوان نے تحقیق کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا بلکہ نام نہاد محققین کو محو تماشالبِ بام بنا دیا ہے۔شاہ دل نے جوانی کے اس حصے میں جس قدر پذیرائی حاصل ہوئی ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن پہ قسمت کی دیوی مہربان ہوتی ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ اللہ نے شاہ دل اعوان کو وقت کے لحاظ سے چن لیا ہے۔ میں اپنی قوم سے ملتمس ہوں کہ اُن کے دستِ و بازو بنو اور قدر کرو۔ایسے عظیم لوگ خدا کی عطا ہوتے ہیں گویا شاہ دل اعوان کا وجود ایک نایاب ہیرہ ہے جو قوم کو میسر ہے اور ایسے لوگ قسمت سے ملتے ہیں،اور صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

فائنل

بندہ ناچیز کے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کو ذریعہ خراجِ تحسین بنائے

امجد محمود اعوان علوی الہاشمی
نیریاں شریف، تراڑکھل، سدھنوتی
آزاد کشمیر

مقدمہ

(بغداد سے سُون تک)

اعوان کون ہیں؟ کہاں سے آئے؟ کہاں کہاں آباد ہیں؟ یہ وہ سوال ہیں جن پر پچھلے ایک سو بیس سالوں سے لکھا جا رہا ہے۔ ہر نیا لکھنے والا اپنی منطق سے لکھتا ہے، تاریخ دن بدن الجھتی جا رہی ہے۔ عام اعوان جو شجرہ نسب کی باریکیوں سے نا آشنا ہیں وہ الجھ کر رہ گئے ہیں کہ آخر اعوان قوم کی حقیقت کیا ہے؟

اس سلسلے میں قبیلہ علوی اعوان کی تاریخ بیان کی گئی ہے جس میں جد اعلیٰ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ سے عون قطب شاہ بغدادیؒ اور ان کے بیٹوں کے حالات زندگی پیش کئے گئے ہیں۔علوی اعوان قبیلہ پر اولین کتب پر مختصر تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔اور کتاب کے آخر میں اولیاء قبیلہ اعوان کا تذکرہ شامل ہے۔

اپنے حوالے سے عرض کر دوں کہ سنی العقیدہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا، والدین کی دعاؤں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد تحقیق کا رستہ اختیار کیا۔ میرے آباؤاجداد کا تعلق "مردوال" وادی سون ضلع خوشاب سے ہے اور ہم آج تک اسی سرزمین سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے علاقے وادی سون اور دامن کوہ میں انیسویں صدی کے اختتام پر زبانی روایتوں کے مطابق مشہور تھا کہ اعوان حضرت عباس علمدارؑ کی اولاد سے ہیں۔ یہ بات اس وقت نسابہ اور شجرہ دان میراثی پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔اس زمانے میں لوگوں کو اپنے شجرے خود بھی

یاد ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ عربوں کا خاصہ تھا۔ خاکسار یہاں اپنا شجرہ نسب بیان کرتا ہے جو سرکاری بندوبست اول 64-1863ء ضلع شاہپور، بندوبست سوئم 14-1913ء کے حوالہ سے درج ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت عباس علمدارؓ۔ حضرت عبید اللہ علویؒ۔ حضرت حسن علویؒ۔ حضرت حمزہ علویؒ اول۔ حضرت جعفر علویؒ۔ حضرت علی علویؒ۔ حضرت قاسم علویؒ۔ حضرت طیار علویؒ۔ حضرت حمزہ علویؒ ثانی۔ حضرت یعلٰی قاسم علویؒ۔ حضرت عون قطب شاہ علوی بغدادیؒ۔ حضرت عبداللہ المعروف گورڑہؒ اعوان۔ احمد علی لقب بدرالدین اعوان۔ محمد علی لقب حسن دوست اعوان۔ ملک طور اعوان۔ ملک انور علی اعوان المعروف خانان عرف کلان۔ ملک بدر علی اعوان۔ ملک درویش اعوان۔ ملک جسارت علی اعوان۔ ملک اللہ وسایا اعوان۔ ملک پیر بخش اعوان۔ ملک ظور اعوان۔ ملک ہمایوں اعوان۔ ملک ارباز اعوان۔ ملک مردان علی اعوان عرف مردہانی مردوال۔ ملک میاں محمد اعوان عرف وڈو شاخ ممرال۔ ملک سرور اعوان۔ ملک مرید اعوان۔ ملک آیت اللہ اعوان۔ ملک اللہ داد اعوان۔ ملک مہر اعوان۔ ملک خان اعوان۔ ملک چراغ اعوان۔ ملک فتح اعوان۔ ملک امیر باز اعوان۔ ملک شاہنواز اعوان۔ ملک غلام محمد اعوان عرف ترکا۔ عطا محمد اعوان۔ شاہ دل اعوان

اس سلسلے میں کچھ ایسے حقائق ہیں جن سے نسب سے متعلق اشتیاق رکھنے والوں کو علم ہونا ضروری ہے، نسابہ المحقق سید محسن رضا کاظمی الحمیدی کتاب مدرک الطالب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں، ''پاک و ہند میں بدقسمتی سے اہل عرب کی طرح تحقیقی کام نہ ہو سکا۔ وہ اس لئے کہ اہل عرب کے ہاں شروع سے ہی ہر خاندان میں ایک نقیب ہوتا رہا ہے جس کا کام اپنے نسب کی حفاظت ہوتا ہے تا کہ کوئی مردود النسب ان کے خاندان میں داخل نہ ہو سکے اور کوئی صحیح النسب خاندان سے خارج بھی نہ ہو۔'' آگے چل کے لکھتے ہیں اہل عرب کے ہاں ماہر

انساب کو ناسب، نساب یا نسابہ کہتے ہیں۔ اور شجرہ نویس کو مشجر کہا جاتا ہے لیکن بد قسمتی سے پاک و ہند میں مشجر کو بھی ماہر انساب ہی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ شجرات لکھنے یا اکٹھے کرنے کا شوق کسی کے ماہر انساب ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔ ماہر انساب ہر شجرہ نویس یا مورخ نہیں ہوتا۔

تاریخ اعوان پر اولین کتاب امام بخش اعوان کی تاریخ کندلانی دستیاب نہیں ہے یہ 1238ھ بمطابق 1822ء میں لکھی گئی۔ اس کے بعد 1880ء میں اوچھالی وادی سون سے ملک عطا اشرف نے کتاب لکھی جواب نایاب ہو چکی اس کے بعد مولوی حیدر علی لدھیانوی 1896ء میں ایک کتاب تاریخ علوی لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ انگریزوں نے گزیٹیئرز میں اعوان قوم کی تاریخ مسخ کی اور سنی سنائی اور مخالفین کی کہی باتیں شامل کر کے متنازعہ بنا دیا۔ جس کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے تاریخ اعوان لکھوانے کا فیصلہ کیا اور مولوی حیدر علی لدھیانوی نے ان کی خواہش پر کتاب لکھی، جس نے معاملہ سلجھانے کے بجائے اور الجھا دیا۔ اور یہ سب سنی سنائی اور لدھیانہ اور گردو پیش کی کہاوتیں لکھ دیں۔ اعوان کاری کے گڑھ وادی سون کو نظر انداز کیا گیا۔ چنانچہ نہ صرف اعوان قوم نے اس تاریخ کو ماننے سے انکار کیا بلکہ مولوی حیدر علی لدھیانوی کے اپنے تایا زادوں نے ایک پمفلٹ بھی جاری کیا جس کا آگے تفصیل سے ذکر موجود ہے۔

اس ساری صورتحال کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے تاریخ اعوان لکھنے کی ذمہ داری وادی سون کے موجودہ گاؤں "صدیق آباد" کے مولوی نور الدینؒ کو سونپی جنہوں نے دستیاب ریکارڈ سے "زاد الاعوان" اور "باب الاعوان" کتب لکھیں اور اس کے لئے ہندوستان، عراق اور دیگر عرب ممالک کا سفر کیا۔ عرب

فائنل

نسابہ کی کتب سے مستفید ہونے کے بعد مقامی روایات اور نسابہ کے شجروں کا تجزیہ کرنے کے بعد ایک ایسی تاریخ رقم کی جس سے آج تک مورخین اور ان کے مخالفین بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

ملک شیر محمد آف کالاباغ نے تو بات گالی گلوچ تک پہنچا دی۔ یہ سلسلہ چل پڑا اور ہر کوئی تاریخ اعوان لکھنے بیٹھ گیا۔تاریخ لکھنے کے لئے کوئی نا کوئی پیمانہ ہوتا ہے، مگر تاریخ اعوان لکھنے کے لئے صرف ایک ہی پیمانہ تھا، کہ اولاد عباسؓ کا انکار کرنا ہے۔اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان تمام مصنفین کا تعلق اعوان کاری سے نہیں تھا۔

علاقہ اعوان کاری سے ہیڈ ماسٹر سلطان محمود اعوان نے اپنے مقالہ اور ملک محمد سرور اعوان مسلسل مولوی نور الدین سلیمانی کی تائید میں لکھا۔ 1934ء میں ملک حسام الدین اعوان نے نسب الاعوان میں نہ صرف مولوی نور الدین کی تحقیق کی تائید کی بلکہ کشمیر میں اصل اعوانوں کے شجرہ جات بھی ایمانداری سے مرتب کئے۔ 1950ء میں سنگلور علاقہ نور پور نکران مظفر آباد آزاد کشمیر کے مولوی فقیر اللہ اعوان نے اپنی کتاب تواریخ سلسلۃ الاعوان میں عون بن یعلیٰؒ کا نسب نامہ حضرت عباس علمبردارؓ سے ملایا۔

اب ایران کے نسابہ علامہ علی ربانی خلخالی صاحب ہوں، یا عراق کے امین علوی صاحب، جو محقق اور نسابہ ہونے کے ساتھ ساتھ اولاد حمزۃ الاکبر بن حسن بن عبید اللہ، بن عباس علمدارؓ ہیں، سعودی عرب میں یوسف بن عبداللہ جمل ایل نے الشجرۃ الزکیہ جبکہ نسابہ السید الشریف قمر عباس الاعرجی الحسینی الھمدانی نے مدرک الطالب لکھ کر کوہستان نمک وادی سون سکیسر اور یہاں سے بسلسلہ تبلیغ کشمیر ہزارہ اور دیگر علاقوں میں عون بن یعلیٰ کی اولاد کے جانے پر مہر

تصدیق ثبت کر دی ہے۔

تحفۃ الاعوان کی اشاعت کو دنیا بھر میں سراہا گیا جس کے لئے ادارہ افکار الاعوان پاکستان ممنون ہے۔کتاب ہذا میں اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہے،اگر تحقیق میں کوئی کمی بیشی یا عبارت کی غلطی رہ گئی ہوتو ہماری رہنمائی فرمائیں ہم آپ کے مشکور رہیں گے۔

حرف آخر لکھنے سے پہلے میں ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں خصوصاً ڈاکٹر سید افتخار حسین بخاری صاحب پی ایچ ڈی تاریخ (ماسکو)،امین العلوی عراق، ڈاکٹر جمال الدین فالح الکیلانی عراق، پیر طاہر حسین اعوان آف منگانی شریف شامل ہیں ۔اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے پر میں وفا اکبر اعوان کا مشکور ہوں۔میری تمام قوم کے لئے دعا ہے کہ یا اللہ قوم میں اتفاق عطا فرما اور تفرقوں سے نجات دلا۔ آمین

شاہ دل اعوان

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

فائنل

حقیقت علوی اعوان قبیلہ

اعوان قبیلہ کے جدِ امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی ہستی ہیں۔ آپ کی جرات و بہادری کے متعلق کتب بھری پڑی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد سے اپنی شہادت تک آپ نے اسلام کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ خلفاء میں چوتھے خلیفہ ہیں مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ نے جب بھی کسی مسئلہ میں مشاورت چاہی تو آپ نے خندہ پیشانی سے ساتھ دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پہلی شادی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی جو حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔ آپؓ حسنین کریمینؓ کی والدہ ہیں۔ آپؓ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوئی شادی نہ کی۔ آپؓ کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شادیاں کیں جن میں سے بعض روایات کے مطابق اٹھارہ اولادیں ہوئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پانچ بیٹوں سے اولاد چلی جن میں سے حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ سادات فاطمیہ جبکہ حضرت محمد بن حنفیہؒ، حضرت عباس علمبردارؒ اور حضرت عمر الاطرافؒ سے چلنے والی اولاد علوی کہلائی۔

اعوان قبیلہ حضرت عباس علمدارؒ کی اولاد سے ہے۔ اس خاندان کے بارے میں لکھتے ہوئے انتہائی احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ چونکہ خاندان سادات و

علویہ پر تو ظلم کئے ہی گئے قبروں کو بھی نہ بخشا گیا۔ متعدد دفعہ مزار مسمار کرائے گئے کتب خانے جلائے گئے مسلکی مسائل کی وجہ سے شناخت چھپائی گئی۔ اس مظلوم خاندان کے بارے میں کسی بھی تاریخ کے حوالے سے کسی بات کو حرف آخر کہنا یا سمجھنا درست نہیں کیونکہ تاریخ گواہ ہے ان شخصیات کا ذکر ملنا ہی کافی ہے۔ سنین میں اگر فرق آتا بھی ہے تو واقعہ کربلا اور اس کے مابعد کے حالات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپؓ کے فرزند حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ اور ان کی اولاد کا مختصر احوال لکھا جاتا ہے۔

فائنل

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

علی بن ابی طالب جن کا نام عبد مناف تھا بن عبدالمطلب جن کا نام شیبہ تھا بن ہاشم جن کا نام عمر تھا ابن عبد مناف جن کا نام مغیرہ تھا بن قصی جن کا نام زید تھا بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء:170)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ 13رجب 24 قبل ہجری ، بروز جمعہ 30عام الفیل بمطابق 23اکتوبر 599ءکو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کرم اللہ وجہہ کے والد کا نام حضرت ابو طالب تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت محمد ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کرم اللہ وجہہ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ آپ کرم اللہ وجہہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ کرم اللہ وجہہ کا نام مبارک حضرت محمد ﷺ نے علیؓ، والد نے آپؓ کا نام زید جبکہ والدہ نے حیدرؓ رکھا۔ آپؓ کی کنیت ابو الحسن اور ابوتراب تھی۔ مرتضیٰ، شیرخدا، فاتح خیبر وغیرہ آپؓ کے القابات ہیں۔

حضرت علیؓ کے قبول اسلام کے حوالہ سے ابویعلیٰ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پیر کے دن تاج نبوت پہنایا گیا اور دوسرے دن یعنی منگل کو بقول حضرت علیؓ میں اسلام لایا اور میری عمر دس سال کی تھی۔ بعض لوگ آپ کی اسلام آوری کے وقت آپ کی عمر آٹھ نو سال اور اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: 171)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا

''علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔''

رسول اکرم ﷺ نے ابوالحسن اور ابو تراب آپ کی کنیت مقرر فرمائی، آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم ہے یہ وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک عظیم الشان ہاشمی رونق افروز ہوا۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائیں اور ہجرت کی حضرت علی ان دس شخصیتوں میں سے ہیں جن کی زندگی میں اللہ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ آپ وہ پہلے مہاجر ہیں جن کی انصاریوں سے برادری قائم فرمائی۔ سردار خواتین جنت حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہؐ نے آپ کی شادی کی۔ آپ یکتا عالم ربانی، مشہور بہادر، پکے زاہد اور اعلیٰ خطیب تھے۔ (تاریخ الخلفاء:170)

حضرت علیؓ تمام لڑائیوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے البتہ جنگ تبوک میں اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے خلیفہ کی حیثیت سے روک دیا تھا غرضیکہ تمام جنگوں میں آپ کے بہادرانہ کارنامے مشہور ہیں نیز اکثر جنگوں میں رسول اکرم ﷺ نے آپؓ کو اسلامی پرچم دے کر علمبردار بنایا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سراپا کے متعلق تاریخ الخلفاء از حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابو بکر السیوطی ترجمہ اردو طبع پنجم میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؓ جسیم و شحیم تھے پیشانی چوڑی، تمام جسم اور سر پر بال زیادہ، میانہ قد، پیٹ بڑا، چوڑی چکلی لمبی داڑھی، شانے چوڑے اور پر گوشت، رنگ سفیدی مائل گندم گوں اور کولہے بھاری تھے۔

انتخاب نہج البلاغہ میں حفیظ کوہر یوں رقمطراز ہیں آپؓ کا قد میانہ، سینہ چوڑا اور کلائیاں نہایت مضبوط تھیں۔ آپؓ کا رنگ گندمی، آنکھیں بڑی بڑی چہرہ بارونق اور حسین تھا۔ طاقتور جسم اور مضبوط دل کے مالک تھے۔ آپؓ کی داڑھی

گھنی اور سر کے بال قدرے کم تھے جبکہ جسم پر بال تھے۔

خلیفہ سوئم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک شہر میں بدامنی رہی۔مفسدین کے نزدیک خلافت کے صحیح حقدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے،اس لئے بزرگانِ اُمت نے آپ کرم اللہ وجہہ سے درخواست کی کہ آپ کرم اللہ وجہہ اس بارِ عظیم کو اٹھالیں تا کہ باغیوں کا قہر ختم ہو۔آپ کرم اللہ وجہہ نے انکار کر دیا مگر بعد میں مہاجرین و انصار نے جب آپ کرم اللہ وجہہ کو مجبور کیا تو آپ کرم اللہ وجہہ نے اس بار کو اٹھانے پر آمادگی ظاہر کر دی اور 21ذوالحجہ 35ہجری بمطابق 23جون 656ء کو مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔آپ کرم اللہ وجہہ مسجد میں تشریف لائے اورفرمایا۔

''میں نے تمہاری اس خلافت کا بار مجبور ہو کر قبول کیا ہے کیونکہ تم لوگوں نے مجھ کواس پر انتہائی مجبور کیااورمیرے پاس اس کےعلاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ تمہاری یہ درخواست قبول کرلوں۔اب میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمہارے خزانوں کی چابیاں اگر چہ میرے قبضے میں ہوں گی لیکن میں تمہاری رضا مندی کےبغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا''

مسلمانوں کی کثیر تعداد نے جب آپ کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی تو آپ نے پہلا خطبہ دیا جس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

''اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت دینے والی ہے اس کتاب میں ہر قسم کے خیر وشر کو بیان فرمایا۔اب تمہیں چاہیے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو۔اللہ سبحانہ تعالیٰ کےفرایض ادا کرو وہ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ نے بہت سے امورحرام فرمائے ہیں۔جو قطعاً ڈھکے چھپے نہیں اور تمام حرام کاموں سے زیادہ مسلمانوں کا ناحق خون بہانا حرام

فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مسلمانوں کے ساتھ اخلاص اور باہم متحد رہنے کا حکم فرمایا۔ مسلم وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر لوگ محفوظ رہیں۔سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس کی ایذا دہی کا حکم دیا ہو۔ تم موت آنے سے قبل عام اور خاص احکام سب پر عمل کرو کیونکہ لوگ تو تمہارے سامنے موجود ہیں اور موت تمہیں گھیرتی چلی آ رہی ہے۔تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو۔لوگ تو ایک دوسرے کا انتظار کرتے ہی رہتے ہیں تم لوگ اللہ کے بندوں اور اس کے شہروں کی بربادی کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم سے اس کا ضرور سوال کیا جائے گا۔حتیٰ کہ چوپایوں اور گھاس پھونس کے بارے میں بھی تم سے سوال ہوگا۔اللہ عزوجل کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی نہ کرو اور جو اچھی چیز تمہیں نظر آئے ، اسے قبول کرو اور جو برائی دیکھو اسے چھوڑ دو اور اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین پر کمزور تھے'' (انتخاب نہج البلاغۃ: 16)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ کسی کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنا جو صحیح تلفظ ادا نہیں کر رہا تھا تو آپ نے قرآن پاک پر اعراب لگانے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپؓ نے ابو الاسود کو کچھ علمِ نحو کے قوائد وضوابط سمجھائے اور اعراب لگانے کے کام پر معمور کیا۔یعنی علمِ نحو کی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور خلافت جنگ وجدل میں گزرا ابن سعد کا بیان ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے دن تمام صحابہ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کی البتہ حضرت طلحہ وزبیرؓ نے مجبوراً بیعت کی۔اس کے بعد جنگ جمل جیسا سانحہ ہوا۔ جو ماہ جمادی الثانی 36ھ میں ہوا۔الغرض ان تمام جنگوں سے متعلق اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر

تھے۔نظریاتی اختلافات کے پیش نظر یہ معاملہ یہیں ختم کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ 19 رمضان المبارک 40ہجری بمطابق 27 جنوری 661ء بروز جمعۃ المبارک کوعلی الصبح بیدار ہوئے اور نماز کے لئے مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلے۔راستے میں ملعون و مردود عبدالرحمٰن بن ملجم نے آپؓ کا تعاقب کیا۔ جب آپ کرم اللہ وجہہ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے تو اس بد بخت نے حالت سجدہ میں آپ کرم اللہ وجہہ پروار کیا جس سے آپ کی پیشانی کنپٹی تک شدید زخمی ہوگئی اور خنجر بھی زہر آلود تھا۔لوگوں نے بد بخت حملہ آور کو گرفتار کرلیا۔ آپ کرم اللہ وجہہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے 21رمضان المبارک 40ہجری بمطابق 29جنوری 661ء بروز اتوار کو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے۔

حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے آپ کرم اللہ وجہہ کو غسل دیا۔آپ کرم اللہ وجہہ کی نماز جنازہ حضرت امام حسنؓ نے پڑھائی۔اور آپ کرم اللہ وجہہ کو دارالامارت میں دفن کیا گیا۔آپ کرم اللہ وجہہ کے مزار کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ حضرت علی مرتضٰی کے مزار مبارک کو اسلئے پوشیدہ کر دیا گیا تا کہ خارجی اسے کھود نہ سکیں۔شریک کا بیان ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے آپ کرم اللہ وجہہ کی میت کوفہ سے مدینہ منتقل کی۔

ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز کی زبانی لکھا ہے کہ شہادت کے بعد حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا لاشہ مدینہ کی جانب روانہ کیا گیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تدفین کی جا سکے لیکن راستہ میں رات کے وقت وہ اونٹ جس پر آپ کرم اللہ وجہہ کا لاشہ تھا، کہیں بھاگ گیا اور باوجود تلاش پتہ نہ چلا کہ کہاں

گیا اور کیا ہوا۔ بعض کے نزدیک اونٹ لاشہ سمیت شہر "طے" میں دستیاب ہوا۔ چنانچہ آپ کرم اللہ وجہہ کی نعش مبارک طے میں سپرد خاک کر دی۔

آپ کرم اللہ وجہہ کی عمر میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض مورخین کے نزدیک 63، بعض 64، بعض 57اور بعض 58 سال لکھتے ہیں مگر انتخاب نہج البلاغہ کے مطابق اکسٹھ سال تین ماہ اور چھ دن عمر مبارک تھی۔

آپ کرم اللہ وجہہ نے نو نکاح کئے، آپ کی ازواج میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا، حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوئی دوسری شادی نہ کی۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے حضرت ام البنین ،حضرت لیلیٰ بنت مسعود ،حضرت اسا بنت الخثمیہ ،حضرت امامہ بنت ابو العاص، حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس، حضرت ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی، حضرت ام حبیبہ بنت ربیعہ الثعلبہ اور حضرت ممیاۃ بنت امرالقیس الکلبی شامل ہیں۔ آپ کی اولاد کے متعلق بھی مختلف مورخین میں اختلاف ہے البتہ آپ کرم اللہ وجہہ کے پانچ صاحبزادوں سے اولاد چلی جن میں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محمد بن حنفیہ سلام اللہ علیہ، حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ اور حضرت عمر الاطرف سلام اللہ علیہ شامل ہیں۔

فائنل

حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ

حضرت عباس سلام اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے تھے۔آپ کی والدہ فاطمہ جوام البنینؑ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوزان تھیں۔ جن کا تعلق عرب کے ایک مشہور ومعروف اور بہادر قبیلے بنی کلاب سے تھا۔وہ ولیہ خدا، محدثہ، فقیہہ، معرفت اہلبیت اطہارؑ اور علوم ظاہری و باطنی کی حامل تھیں۔آپ کی نانی لیلیٰ بنت السہیل بن مالک بن ابی برۃ عامر ملاعب الاسنہ بن مالک بن جعفر بن کلاب تھیں۔سیدہ فاطمہؑ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رشتہ قبیلہ کلاب بھیجا گیا جو قبول کر لیا گیا یوں 25ہجری میں حضرت ام البنینؑ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رشتہ ازدواج میں شریک ہوگئیں اور اس کے ایک سال بعد یعنی 4شعبان 26ہجری بمطابق 15 مئی 647ء میں حضرت عباس علمبردار سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے نام رکھا، کانوں میں اذان و اقامت پڑھی اور آپ کا بوسہ لیا۔(زیارات مقدسہ:23)

آپ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ ادا کیا گیا۔آپ کا نام عباس ابن علی کرم اللہ وجہہ جبکہ کنیت ابوالفضل، ابوالقاسم، ابو القربہ اور القاب ''غازی، علمدار، سقائے اہل بیت، قمر بنی ہاشم''معروف ہیں۔(نوالابصار:114)

حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ شجاعت و بصالت میں اپنے والد کے وارث تھے۔آپ نے تمام علوم اپنے والد اور بھائیوں حسنین کریمینؑ سے سیکھے اور آپ کی تربیت حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی زیر نگرانی

ہوئی۔حضرت عباس حافظ قرآن، قاری اور بہت بڑے عالم تھے۔آپ کا شمار تابعین اور فقہا جبکہ آپ علم الرجال میں کمال رکھتے تھے۔

آپ نے جنگی مہارت کے ساتھ ساتھ فقہی علوم میں سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے خصوصی فیضان پایا جس کی بدولت آپ فقیہ اہل بیت معروف تھے۔(حیات النخعی: 2/310)

حضرت عباسؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی بہادری اور شیر دلی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ بن علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان کی وفا داری واقعہ کرب و بلا کے بعد ایک ضرب المثل بن گئی۔اسی لئے آپؓ شہنشاہ وفا کے طور پر مشہور ہیں۔آپؓ کو افضل الشہدا، باب الحوارج، دراز قد اور حسن و جمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ کم عمری میں جنگ صفین میں شامل ہوئے۔آپ نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

آپ انتہائی حسین وجمیل اور خوبصورت شخصیت کے حامل تھے، جب آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو پائے مبارک زمین پر لگ رہے ہوتے جس سے آپ کے رعب و دبدبے میں اور اضافہ ہو جاتا۔(مقاتل الطالبین:1/90)

حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہا وہ عظیم ہستی جنہوں نے اپنے والد گرامی سے فن سپہ گری، جنگی علوم، معنوی کمالات اور مروجہ علوم و معارف حاصل کئے اور نہایت کم عمر میں "ثانی حیدر" کہلانے لگے۔(زیارات مقدسہ: 23)

آپؓ کی شادی حضرت لبابہ بنت عبیداللہؓ سے ہوئی۔آپ کی اولاد میں

☆حضرت عبیداللہ بن عباسؓ

☆حضرت فضل بن عباسؓ

فائنل

☆حضرت قاسم بن عباسؓ

شامل ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علاقہ کوہستان نمک (اعوان کاری) میں آباد قبیلہ اعوان حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کے بیٹے حضرت عبید اللہ کی نسل سے ہیں۔

حضرت عباس علمبردارؓ کی شہادت الفاظ میں بیان کرنی ممکن نہیں ہے۔حضرت امام حسینؑ کے لئے ایک ایک عزیز کا بچھڑنا اس قدر روح فرسا تھا کہ آپ کے متعلق کتب میں ہے کہ آپ زانوے غم پر سر رکھ کر خاک کربلا پر بیٹھ جاتے اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے وقت شہادت کی باقی ماندہ گھڑیاں گنتے کبھی مغموم عورتوں کی طرف نگاہ حسرت فرماتے ۔ کاش آج کا مسلمان بالخصوص قبیلہ سادات و اعوان ان لحات کو ایک پل کے لئے تصور میں لاتے ۔ ہر ایک سید اور اعوان بننے کے لئے تو تیار ہے مگر شہدائے کربلا کی قربانی کے فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ایک شہزادہ علی اکبر سلام اللہ علیہ جلو میں ہے اور ایک قوت بازو عباس علمدار سامنے ہے اب امام عالی مقامؑ کی کمر ٹوٹنے کا وقت قریب آرہا ہے،ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں اس لئے انتہائی صبر و ضبط کی طلب میں جبیں نیاز جھکائے ہوئے اپنے خالق و معبود برحق سے عرض و معروض میں محو ہیں۔ جب جبین انور سجدہ خالق سے راز و نیاز کی منزلیں طے کر کے بلند ہوئی تو حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے عرض کی اب تو غلاموں میں کفش بردار کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا، بچوں کے دل جوانوں کا جہاد بوڑھوں کے کمزور ہاتھوں سے چلتی ہوئی تلواریں دیکھیں اور جس سے اب تک سوائے علم بلند رکھنے کے اور کوئی کارگزاری نہیں ہوئی وہ آپ کا یہ غلام عباس ہے۔ یہاں میں ان اعوانوں سے عاجزانہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو خود کو سید کہلانے کے لئے بضد ہیں

۔اولادِ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کبھی بھی اس قسم کی جسارت نہیں کر سکتے کیونکہ جد امجد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے خود کو ہمیشہ حضرت امام حسینؑ کا غلام کہا۔ اور امام عالی مقامؑ سے اجازت مانگی۔ امام عالی مقامؑ نے اپنے بھائی کا سر سینے سے لگایا۔ اور فرمایا ساقی کوثر کے لعل! معصومین کی پیاس برداشت نہ ہوئی، حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ خیمے میں داخل ہوئے سیدہ سکینہ اور معصوم علی اصغرؓ پیاس سے بے حال تھے۔ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے معصومینؑ کی تشنگی کا یہ عالم دیکھا تو تڑپ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیر نے غصہ میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا فرات سامنے ہے اور یہ بچے پانی کی بوند کو ترسیں۔ میں ابھی فرات پر جاؤں گا اور پانی لاؤں گا۔ یہ سنتے ہی سیدہ زینبؓ پریشان ہوگئیں اور پکارا بھائی فرات کے کنارے تو فوج کی دیوار موجود ہے اور آپ اکیلے جائیں گے؟۔ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے کہا میری بہن آپ پریشان نہ ہوں اگر وہاں لشکر موجود ہے تو آپ کے بھائی کے ہاتھ میں تیغ خارا شگاف نہیں ہے؟۔ مشکیزہ اٹھایا، گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرات کا رخ کیا جہاں دریائے فرات پر ہزاروں یزیدیوں کا پہرہ تھا۔ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کی ہمت افزا بات سے معصوم پیاسوں کو امید ہوئی، حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے یزیدیوں کو حضرت امام حسینؑ کا یہ پیغام پہنچایا کہ ''مجھے چھوڑ دو، میں تمہاری حدود مملکت سے نکل کر روم یا ہندوستان چلا جاتا ہوں اور تمہارے لئے حجاز اور عراق چھوڑ دیتا ہوں''۔ مگر شمر نے جواب دیا کہ جب تک حضرت امام حسینؑ یزید کی بیعت نہیں کریں گے پانی کا ایک قطرہ نہیں ملے گا۔ حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بھائی کی طرف سے تلوار چلانے کی اجازت نہ تھی۔ اس کے باوجود آپؓ یزیدی فوج کی صفوں کو چیرتے

ہوئے فرات کے کنارے پہنچے، آپؓ چاہتے تو خود پانی سے پیاس بجھا سکتے تھے مگر قربان حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ حضرت امام حسینؓ اور معصومین کی پیاس کا سوچ کر ارادہ ترک کیا اور مشکیزہ بھرا اور واپس ہوئے۔ اسی اثنا میں یزیدی لشکر کا حملہ ہوا اور آپ کے بازو ایک ایک کر کے کاٹ دیئے، آپ نے ہمت نہ ہاری اور مشکیزہ دانتوں میں تھام لیا مگر مشکیزہ میں تیر لگنے سے پانی بہہ گیا ،حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے اس جگہ جام شہادت نوش فرمایا، جہاں ان کا مزار مبارک ہے۔(اناللہ وانا علیہ راجعون)۔ آپؓ کی شہادت 33 سال کی عمر میں 10 محرم الحرام 61ہجری بمطابق 10 اکتوبر 680ء کرب و بلا کے مقام پر ہوئی۔ آپؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؓ نے فرمایا

''تیری شہادت کے بعد میری کمر ٹوٹ گئی''۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فاطمی اولاد کی قربانیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

آپؓ کی جرات و بہادری کے متعلق کتب بھری پڑی ہیں۔ البتہ آپؓ سے منسوب ایک کرامت کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے یہ زندہ کرامت آج بھی موجود ہے۔ دریائے فرات جو آپؓ کے روضہ مبارکہ سے کچھ فاصلہ پر تھا اب آپؓ کی قبر مبارکہ کے گرد چکر لگاتا ہے۔

آپ نے میدان کربلا میں جرات و شجاعت اور جانثاری کی ایسی تاریخ رقم کی جو ناقابل فراموش ہے۔ (شہادت نواسہ سید الابرار: 808)

آپؓ کی اولاد دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہے۔ آپؓ کی اولاد عرب و عراق میں سادات علوی، مصر میں سادات بنی ہارون، اردن میں سادات بنو شہید، یمن میں سادات بنی مطاع، ایران میں سادات علوی ابو الفضلی اور

برصغیر پاک و ہند میں اعوان مشہور ہیں۔

کتاب تحفۃ الاعوان کی اشاعت کے بعد چند ایک شخصیات نے اعتراض کیا کہ حضرت عباسؑ کربلا میں شہید ہوئے تو ان کی اولاد نہیں تھی۔یوں تو سینکڑوں کتب میں اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے یہاں ان کی خدمت میں عرض کر دوں عمدۃ الطالب جمال الدین احمد بن علی الحسینی کی نسب پر معتبر ترین کتاب ہے اس کے صفحہ 357 سے اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوتا ہے اور صفحہ 365 پر ابویعلی حمزہؒ کا شجرہ درج ہے جن کا نسب حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ بن علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ابو یعلی حمزہ پر کتاب حمزہ بن قاسم موجود ہے جس میں اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔اس کے علاوہ المعقبون سمیت درجنوں کتب میں اولاد کا ذکر موجود ہے۔کتاب خلاصۃ الانساب از نجف کرمانی جو گڑھی شاہو میں پروفیسر ذوالفقار صاحب کی لائبریری میں حافظ ریاض سیالوی صاحب کتاب تاریخ قطب شاہی اعوان مطالعہ کر چکے ہیں اس میں بقول حافظ ریاض سیالوی ابو یعلی حمزہ تک شجرہ موجود ہے۔

عبید اللہ بن عباس سلام اللہ علیہ

حضرت عبید اللہؒ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔آپ کا لقب ابو محمد تھا۔آپ کی والدہ کا نام لبابہؓ تھا،حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کی شہادت کے وقت آپ مدینہ منورہ میں دادی کے پاس تھے اور قافلہ کی واپسی کے منتظر رہتے تھے۔آپؒ سے منسوب مشہور واقعہ جب شام سے

بے حال قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت عبیداللہؒ پہچان نہ پائے تو حضرت امام زین العابدینؑ نے حضرت عبیداللہؒ سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ آپؒ حضرت عباس علمبردار کے لخت جگر ہیں۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات چہار شنبہ 27 شوال 120 ھ ہے۔ جبکہ کتاب حمزہ بن قاسم کے مطابق 155ھ ہے۔ زادالاعوان میں مولوی نور الدین کتاب میزان ہاشمی وخلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباس کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

کان عبیدالله بن عباس العلوی من اصحاب علی بن الحسینؑ و اینه محمد وامه سکینة بنت عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب الهاشمیه و کان از هذال ابی طالب و اعبد تم فی زمانه و اشجعهم کجده واذا دخل علی ابن الحسینؑ یقوم الیه ویعانقه فقیل له مامحمد لك علی ذالك قال محبته و تقواه۔

ترجمہ:۔یعنی تھا عبیداللہ بن عباس العلوی منجملہ یاران علی ابن الحسین یعنی زین العابدین اور پسر ان کے محمد یعنی باقر سے اور نام والدہ عبیداللہ کا سکینہ ہے وہ دختر عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی ہاشمیہ سے ہے اور تھا عبیداللہ کمال زاہد ابیطالب کی نسل سے اور کمال عابد تھا آل ابیطالب سے بیچ زمانے اپنے کے۔اور بہادر تھا مثل خود علیہ السلام جب عبیداللہ علی زین العابدی بن الحسین کے پاس آتے تھے امام واسطے تعظیم کے کھڑے ہوتے تھے اور ان کے بغلگیر ہوتے تھے پس لوگوں نے امامؑ سے پوچھا کس چیز نے آپ کو قائم کیا ہے اس امر پر کہ آپ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔فرمایا محبت پرہیز گاری اس کی نے اٹھنے۔ ایک اور روایت کہ یہ مجھے چچا حضرت عباس سلام اللہ علیہ کی یاد دلاتا ہے۔

حضرت عبیداللہ ایک انتہائی پرہیز گار اور متقی ہستی تھے اور ان میں کوئی عیب عیوب نہ تھے۔ان کی وفات اور مدفن کے بارے میں یہ حوالہ

قال صاحب میزان والخلاصہ ومات قدس سرہ یوم الاربعا بسبع و عشرین من شوال سنۃ عشرین مائتہ و دفن باالبقیع الغرقد ۔یعنی فوت ہوئے عبیداللہ قدس سرہ روز چہار شنبہ میں جس کو اہل ہند بودھ وار کہتے ہیں اور وہ ماہ شوال تھا یعنی رمضان گذر گیا تھا اور سال ایک سواور بیس ہجری نبوی ﷺ سے اس وقت گذرے تھے اور دفن کئے گئے بقیع غرقد میں انھے۔

حسن علوی

حضرت حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدارؓ اولاد عباس میں سے آخری ہستی ہیں جو مدینہ میں رہے اور وصال کے بعد یہیں دفن ہوئے ۔آپ کی والدہ مریم بنت علی بن عبید اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب ہیں،آپ حضرت جعفر صادق کے مریدان خاص میں سے تھے۔شریف التوارخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۱۸۰ھ ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب خلافت بنوامیہ ختم ہوتی ہے اور دور عباسیہ شروع ہوتا ہے۔ان کی اولاد میں سے حضرت حمزہ بغداد چلے گئے تھے۔

وما حسن بن عبیداللہ بن عباس العلوی اخذ الطریقۃ من جعفر الصادق و امہ مریم بنت علی بن عبیداللہ بن جعفر الطیار بن ابیطالب وکان خصیصاً بجعفرابن محمد جلیل القدر عظیم المنزلۃ

فائنل

زاهدًا وراعاً كثير المحاسن اديباً وكان الصادق بكثر الثناء عليه مات فی سنة ثمانين و مائةٍ و دفن باالبقيع الغرقد۔

ترجمہ: حسن فرزند ہے عبیداللہ بن عباس علوی کا اور اخذ کیا اس نے طریقت امام جعفر صادقؑ سے اور نام والدہ اس کی کا مریم ہے کہ دختر تھی علی بن عبیداللہ بن جعفر الطیار بن ابی طالب کے اور تھا حسن خواص یعنی یاران و مریداں امام جعفر صادق بن امام محمد باقرؑ سے اور تھا حسن جلیل القدر اور عظیم المنزلت اور تھا زاہد صاحب ورع یعنی پرہیزگاری کا اور کثیر المحاسن تھا ادب میں اور تھا امام جعفر صادقؑ اکثر ثنا کرتے ان کی۔اور وفات ہوئی حسن کی ۱۸۰ھ نبوی ﷺ میں اور مدفون ہوئے بقیع غرقد میں۔

بقیع باالفتح نام قبرستان مدینہ کا ہے جس جنۃ البقیع و بقیع الغرقد و مقبرہ مدینہ بھی کہتے ہیں اور آل علی ہاشمی سے وہاں محمد بن حنفیہ و عبیداللہ بن عباس و حسن بن عبیداللہ آسودہ ہیں ۔حسن بن عبیداللہ ۱۸۰ھ میں وفات پا گئے۔ اور انہیں بقیع باالفتح قبرستان میں دفن کیا گیا۔ زاد الاعوان کے صفحہ ۸۰ پر درج ہے کہ ۱۸۰ہجری میں ایک بڑا زلزلہ واقع ہوا جس سے منارہ اسکندرہ گر پڑا اور ۱۸۰ ہجری میں ہشام بن عبدالرحمن حاکم اہل اسلام اندلس ہسپانیہ بھی فوت ہوگیا۔آپ کا شجرہ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 363پر درج ہے۔جس کے مطابق آپ کے پانچ بیٹے تھے الفضل، ابراہیم، ابوالقاسم حمزۃ الاکبر، العباس الخطیب الفصیح اور عبیداللہ شامل ہیں۔

حمزہ علوی

حضرت حمزۃ الاکبر شبیہہ امیر المومنین مشہور ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد

تشریف لے آئے۔ ان کی اولاد نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ آپ نے پچاس سال سے زیادہ عمر پائی اور 190ھ کے تھوڑا بعد وفات پائی اور مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔ شریف التواریخ از ابوالریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۱۹۰ھ ہے۔

آپ کی مشابہت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھی مامون الرشید نے ایک لاکھ درہم ایک سال کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ آپ کی شادی زینب بنت الحسین بن علی بن جعفر طیار سے ہوئی تھی۔ (برصغیر کے عرب نسب دان)

واما حمزه ابن الحسن العلوی امه رقیة بنت الجعفر بن الحسن المثنیٰ بن حسن بن علی ۔ بحوالہ: میزان قطبی و صاحب میزان ہاشمی و صاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ بیروت ومصر۔

یعنی حمزہ بیٹا حسن علوی کا ہے اور والدہ اس کی رقیہ دختر جعفر کی تھی اور وہ بیٹا حسن بن الحسن بن علی کا تھا۔ انتھے

قال صاحب میزان قطبی و میزان هاشمی و خلاصة الانساب هومات سنةینف و تسعین و مائةٍ و دفن فی البغداد فی مقبرة القریش وله بضع و خمسون سنةً۔

ترجمہ: ۔وہ یعنی حمزہ بن حسن علوی فوت ہوا ۱۹۰ھ ایک سو نوے اور کچھ زیادہ ہجری میں یعنی نوے پر کچھ افزودگی ہے کامل نہیں۔ اور دفن کئے گئے بغداد میں بیچ مقبرہ قریش کے اہل قریش کی وہاں علیحدہ مقرر ہے اور عمر اس کی چند و پنجاہ سال ہوئے یعنی پنجاہ سال کے اوپر بھی کچھ تھی انتھے۔

جعفر علوی

فائنل

حضرت جعفر علوی محدث جلیل القدر تھے اور باایں ہمہ فقیہ بھی تھے اس وقت کے علماء امامیہ نے ان پر اجماع کیا۔ شریف التواریخ کے مطابق ان کی وفات ۲۲۰ھ ہے۔

وامام جعفر بن حمزة العلوی کان من اصحاب علی الرضا بن الموسیٰ و امه ام کلثوم بنت حسن ابن حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب هو محدث جلیل القدر الکشی اجتمعت الصحابة علی الصحیح ما یصح عنه و اقراوله باالفقه فی آخرین۔

ترجمہ:۔امام جعفر بیٹا حسن علوی کا تھا یاران امام علی رضاؑ بن الامام موسیٰ کاظمؑ کے سے اور والدہ بی بی کلثوم دختر حسن بن حسین بن امام علی زین العابدینؑ بن امام حسینؑ بن امام علی بن ابیطالب تھے اور وہ محدث تھے یعنی عالم علم حدیث کے تھے جلیل القدر اور کہا کسی نے کہ اجماع کیا ہے اس وقت کے اصحاب یعنی عالموں نے اس بات پر کہ جو کچھ جعفر علوی سے منقول ہے وہ سب صحیح ہے اور یہ اجماع صحیح قول میں آیا ہے اور اس وقت کے عالم فقہ میں بھی اس کے قائل ہوئے آخری عصر سے انتھے۔

ایک اور حوالہ میں ان کی وفات اور مدفن کا احوال یوں ہے۔

قال صاحب میزان هاشمی و میزان قطبی و خلاصة الانساب عن محمد بن قولویه عن سعد ابن عبدالله عن محمد ابن عیسیٰ عن احمد بن الولید عن علی ابن مسیب الهمدانی قال قلت للرضاؑ شقتی بعیدة فلست واصل الیك فی کل وقتٍ فمن من اخذ معالم دینی قال من جعفر ابن حمزة العلوی اومن ذکر یاابن آدم

الصمی المامونین علی الدین والدنیا و توفی ھو فی البغداد سنة بضع و عشرین و ماتین و دفن فی مقبرة القریش۔

ترجمہ:۔روایت ہے محمد بیٹے قولویہ سے اور اس نے روایت کیا ہے سعد بن عبداللہ سے اور اس نے محمد بن عیسیٰ سے اور اس نے احمد بن ولید سے اور اس نے علی بن میتب ہمدانی سے یہ روایت کیا کہ اکثر امام علی رضاؑ کی خدمت میں تعلیم دین کے واسطے جایا کرتے تھے۔ایک روز امام کے پیش عرض کیا کہ میرا سفر بعید ہے اس لئے میں آپ کی خدمت میں ہر وقت حاضر نہیں ہو سکتا پس میں کس عالم سے معالم دین کے اخذ کیا کروں۔فرمایا کہ جعفر بن حمزہ علوی یا ذکر یا ابن آدم صمی سے اخذ کیا کر کیونکہ وہ دونوں دین اور دنیا کے امانت دار ہیں۔اور جعفر فوت ہوا ہے بغداد میں اور اس وقت ۲۲۰ دو سو بیس سال اور کچھ زیادہ ہجری تھی اور دفن کیا گیا ہے مقبرہ قریش میں۔حضرت جعفر کے متعلق نسابہ کے نزدیک یہ الگ شخصیت نہیں بلکہ کسی کا لقب یا کنیت ہے۔عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 365 کے مطابق ابی قاسم حمزۃ الاکبر بن حسن بن عبیداللہ کے دو فرزند ہیں علی اور ابو محمد القاسم الصوفی۔المعقبون من آل ابی طالب صفحہ 413 بھی اس کی تائید کر رہا۔

علی علوی

فائنل

علی بن جعفر علوی علم کلام وفقہ وادب ونحو وشعر ولغت میں انتہائی معتبر تھے۔اور ان کی تصانیف اہل شیعہ میں آج تک مقبول ہیں ۔شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات 245ھ ہے۔

وام علی ابن جعفر العلوی کان من اصحاب محمدابن علی بن الموسیؑ وامه زینب بنت دائود بن قاسم بن اسحاق بن عبدالله بن جعفر بن ابی طالب سلام الله علیهم اجمعین کان متجرا فی علوم کثیره مثل علم الکلام والفقه و اصول الفقه و الادب والنحو والشعر واللغة وغیرذلك وله دیوان شعر یزید علی عشرین الف بیت وله مصنفات کثیرة و بکتبه استفاده الامایة منذزمنه رحمة الله تعالی علی یومنا هذا وهورکنهم و معلمهم و توفی سنة خمسة و اربعین وماتین من الهجرة و دفن فی البغدا مقبره القریش۔بحوالہ:۔میزان ہاشمی ومیزان قطبی وخلاصۃ الانساب

ترجمہ:۔وامام علی بن جعفر علوی تھا یاران امام محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بغدادی سے اور والدہ اس کی بی بی زینب دختر داؤد بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب تھے سلام اللہ ہو ان سب پر وہ تھا معتبر بہت علموں میں مثل علم کلام وفقہ واصول فقہ وادب ونحو وشعر ولغت اور بغیر اس کے اور اس کی تصانیف سے ایک دیوان بھی ہے جس کے شعر بیت ہزار بیتوں میں زیادہ ہیں۔اور اس کی تصانیف بھی بہت ہیں۔اور اس کی تمام کتابوں سے استفادہ پاتے ہیں مقلدان مذہب شیعہ اس کے زمانہ سے تا آج کے زمانہ تک یعنی اس کی تصانیف مقبول اہل شیعہ ہوئی ہیں اور سہ اس مذہب کا ایک رکن تھا اس مذہب کا معلم بھی تھا اور فوت ہوا ہے ۲۴۵ء دوصدو پینتالیس ہجری میں۔اور

مدفون ہوابغداد کے مقبرہ قریش میں انتھیٰ۔

قاسم علوی

شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات الجمادی الآخر ۳۲۳ھ ہے۔

قال فی میزان ھاشمی و قطبی و خلاصة قال محمد ھارون بن موسیٰ کان القاسم ابن علی العلوی کتب الی ابی محمد الحسن العسکریؑ یعرفه انه ما یصح له حمل بولدٍ و یعرفه انه له حملاً ویسائله ان ید عواله فی الصحیح و سلامة وان یجعله الله ذکرٌ انجیاً فکتب الحسنؑ علی رئاس الرقعة بخط یده قد فعل ذلك فصح العملُ ذکراً و قال ھارون ابن موسیٰ ارانی القاسم ابن علی الرقعة و الخط وکان محققاً ومات یوم الخمیس لاحدٰی عشرة لیلةً مضت من جمادی الآخر سنة ثلثة و عشرین و ثلثمائة و دفن فی البغداد فی مقبره القریش۔

ترجمہ:۔کہا ابومحمد ہارون بن موسیٰ نے کہ قاسم ابن علی علوی نے یہ خط لکھا امام ابومحمد عسکریؑ کی طرف کہ آپ شناخت فرمادیں اس امر کی کہ کیا تحقیق میرے گھر حمل ہے یا نہیں اور دوسری شناخت یہ بھی فرمادیں کہ کیا میرے گھر میں حمل لڑکی کا ہے یعنی بچی کا یا بیٹا ہے اور یہ بھی سوال کریں کہ بولادے مجھ کو ولد اپنا صحت و سلامت میں اور وہ ولددراں حالیکہ پیدا کرے اس کو خداتعالیٰ بیٹا یعنی مذکر اور ہودہ ہمراز میراپس جواب اس کا امام حسن عسکریؑ نے اوپر اعلیٰ رقعہ کے

اپنے ہاتھ سے یہ لکھا کہ تحقیق کیا گیا یہ امر پس صحیح عمل نکلا درآنحالیکہ تمہارا حمل ہے اور وہ مذکر ہے اور کہا ہارون بن موسیٰ نے کہ خود دیکھا ہے ہم نے وہ رقعہ و خط قاسم بن علی کا اور تھا وہ محقق اور فوت ہوا روز خمیس یعنی جمعرات میں اور گیارہویں وہ رات تھی ماہ جمادی الآخر ۳۲۳ ہجری سے اور مقبرہ قریش واقعہ بغداد میں مدفون ہوئے تھے۔

حضرت قاسم کی اولاد نہ تھی انہوں نے امام حسن عسکریؑ کو خط لکھا۔ چنانچہ انہوں نے استخارہ و دعا فرمائی اور اللہ پاک نے حضرت قاسم کا فرزند طیار عطا فرمایا۔

طیار علوی

حضرت طیار علوی سے متعلق کتب تاریخ میں یہ احوال ملتا ہے۔ شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۳۳۰ھ ہے۔

واما الطیار بن القاسم العلوی کان امه حمیدة بنت عبدالله بن دائود بن ذکریا بن محمد بن اسمٰعیل بن الفضل بن یعقوب بن الفضل بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن هاشم و هو شیخ الاملمسیة و رئیس الطائفة جلیل القدر عظم المنزلة عارف باالاخبار و الرجال و الفقه و الاصولو الکلام و الادب و جمیع الفضائل تنسبُ الیه و صنف فی کل فنون الاسلام وهو المعذب للقلئد فی ال فروع والاصول الجامع بکمالات النفس فی العلم و عمل و توفی سنة تلثین و

ثلثمائۃٍ من الھجرۃ و توفی فی البغدا و دفن فیہ فی مقبرۃ القریش۔

بحوالہ: میزان قطبی مطبوعہ بیروت وصاحب میزان ہاشمی وصاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباسی علوی

ترجمہ:۔واما طیار بن قاسم علوی تھا نام اس کی والدہ کا بی بی حمیدہ۔اور دختر عبداللہ بن داؤد بن ذکریا بن محمد اسمٰعیل بن فضل بن یعقوب بن فضل بن عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے اور وہ شیخ امامیہ یعنی اہل شیعہ کا ہے اور رئیس شیعہ فرقہ علوی کا تھا اور وہ جلیل القدر عظیم المنزلت اور علم تواریخ واسماء الرجال اور فقہ اور اصول اور کلام اور ادب جانتا تھا اور سب فضائل اس کی طرف نسبت کئے گئے ہیں اور اس نے اسلام کے سب فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس کا عقائد میں فروغ اصول کے مہذب اعتقاد تھا۔اور کمالات نفس کے علم اور عمل میں اس کی جامعیت تھی۔اور وہ فوت ہوا ۳۳۰ تین صد وتیں ہجری میں اور وفات ہوئی بغداد میں اور وہاں دفن کیا گیا قریش کے مقبرہ میں انتھے۔

حمزہ ثانی علوی

واما حمزہ بن الطیار بن القاسم العلوی کان اوثق اھل زمانہ عند اصحاب الحدیث وغیرھم وامہ فاطمۃ بنت اسد الفاروقی کان یصلی کل یوم خمسین ومائیۃ ویصوم فی السنہ ثلثۃ اشھر ویخرج زکوٰۃ مالہ سنۃ ثلاث مراۃٍ و ذلك لانہ لما مات والدہ لزم علی نفسہٖ ان یصلی عنھما و یزکی عنھما ی یحج عنھما و یصوم عنھما و کل شئی من البرو الصلاح یفعلہ لنفسہ یفعلہ عنھما وکانت لہ منزلۃ من الزھد و العبادۃ وولدسنۃ اثنین و ثلث

فائل

مـائۃٍ ومـات لیلۃ الجمعۃ لسعہ خلون من الحرم سنۃ نیفٍ وتسعین و ثلث مائۃٍ۔

بحوالہ: میزان قطبی مطبوعہ بیروت وصاحب میزان ہاشمی وصاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباسی علوی

وابا حمزہ بن طیار علوی بن حمزہ علوی نزد اصحاب حدیث وغیرہ زمانہ کے بڑا معتبر تھا۔ اور والدہ اس کی فاطمہ بنت اسد فاروقی تھی اور وہ تھا نماز پڑھتا ہر روز میں ایک سو پنجاہ رکعت اور تھا روزہ رکھتا ہر سال میں تین ماہ اور تھا نکالتا زکواۃ مال سے اپنے کی ہر سال میں تین مرتبہ اور یہ اس لئے کرتا تھا کہ جب والدین اس کے فوت ہو گئے تب اس نے اپنے نفس پر لازم کرلیا کہ ان دونوں ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھی اور زکواۃ دونوں کی طرف سے ادا کی اور دونوں کی طرف سے حج کی اور دونوں کی طرف سے روزہ رکھے اور تھا وہ ہر شے نیک وخوب سے جب کرتا تھا اپنے نفس کے پس کرتا تھا اس کو مائی باپ کی طرف سے بھی۔ اور تھا اس کے لئے منزلت زہد و عبادت میں اور پیدا ہوا وہ ۳۰۲ھ تین سو اور دو ہجری میں شہر بغداد میں اور وفات پائی اس نے رات جمعہ ساتویں تاریخ محرم میں اور ۳۹۰ تین سو نوے اور کچھ زیادہ تھے یعنی نوے پر کچھ اور افزودگی ہے۔

حضرت حمزہ کے حالات زندگی مصابیح الجنان مصنف السید العباس الحسینی الکاشانی نے صفحہ 475 پر تحریر کئے ہیں۔ حضرت حمزہ علوی ۳۰۲ھ اور وفات ۳۹۰ھ ہے۔ ابو الریاض شریف احمد شرافت کی شریف التوارخ کے مطابق وفات شب جمعہ 7 محرم 390ھ ہے۔ امام کرخی حنفیؒ اس کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ جن کا مزار عون بن یعلی کے مزار کے پاس ہے۔

حضرت حمزہ علوی پر کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں حمزہ بن قاسم حال ہی میں شائع ہوئی جس کے مطابق تاریخ وفات 335ھ درج ہے اس کتاب

کے صفحہ ۱۱ پر شجرہ بھی درج ہے۔ان کے فرزندان کے نام محمد، حسن، علی، قاسم اور حیدر درج ہیں (حمزہ بن قاسم علوی از محمد سعید نجاتی صفحہ 18) جب کہ ان کا احوال منتھی المقال فی احوال الرجال میں بھی ہے جسے ابی علی حائری محمد بن اسماعیل المازندرانی نے لکھا ہے۔حضرت ابو یعلیٰ حمزہ کا مزار حلہ عراق میں آج بھی موجود ہے، آپ کا نسب نامہ حمزہ بن قاسم ،عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 365 جبکہ المعقبون صفحہ 413 پر موجود ہے۔

یعلیٰ قاسم علوی

حضرت ابو الریاض شریف احمد شرافت کی شریف التواریخ کے مطابق وفات 473ھ ہے

واما یعلی بن حمزہ العلوی وھو المشھور بالقاسم وامہ خدیجة بنت ابراھیم الصدیقی کان شاعرًا فاضلاً عالماً و رعاً عظیم الشان رفیع المنزلة وکان سمع الحدیث ولہ کتب کثیرة فی الامامیة وغیرھا وکان لہ ولدالعوان وھوجدالاعوان و ولدیعلیٰ سنة خمسة و ثمانین و ثلثمائیة و توفی سنة ثلثة و سبعین واربع مائةٍ من الھجرة و دفن فی البغداد فی مقبرة القریش۔

ترجمہ:۔واما یعلیٰ بن حمزہ علوی پس نام پیدائشی اس کا یعلیٰ ہے اور وہ لوگوں میں لقب قاسم سے مشہور ہے اور والدہ اس کی بی بی خدیجہ بنت ابراہیم صدیقی تھے اور تھاوہ شاعر اور فاضل اور عالم اور پرہیز گار اور عظیم الشان اور بلند مرتبہ اور وہ تھا سنتا حدیث کو اور اس کی تصانیف سے کتابیں بہت ہیں مذہب شیعہ

فائنل

وغیرہ میں اور تھا اس کا فرزند عون نام اور وہ عون جدقوم اعوان کا ہے اور ولادت یعلیٰ کی ۳۸۵ ھ تین سو اور پچاسی ہجری میں ہوئی اور وفات اس کی ۴۷۳ ھ چارسوتہتر ہجری میں اور بغداد کے مقبرہ قریش میں دفن کیا گیا انتھے۔

اور عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ ولادت یعلیٰ کی ۳۸۵ھ میں واقع ہوئی صاحب تاریخ الخلفاء کا قول ہے کہ ۳۸۵ھ میں بغداد کا خلیفہ القادر باللہ بن مقتدر عباسی تھا اور اس وقت آپ کا والد حمزہ حیات تھا چنانچہ یہ بحث ذکر حمزہ میں گذرگئی ہے اور عبارت بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وفات یعلیٰ کی ۴۷۳ھ میں ہوئی پس اس حساب سے عمر یعلیٰ کی سب اٹھاسی سال ہوئی مولانا شیخ جلال الدین سیوطیؒ کتاب تاریخ الخلفاء عربی مطبوعہ محمدی لاہور میں لکھتے ہیں کہ ۴۷۳ھ میں بغداد کا خلیفہ المقتدر بامراللہ بن قائم عباسی تھا۔ راس الملوک سلطان محمود سبکتگین غزنوی ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء کی عمر ۶۳ سال کے بعد ۳۲ سال سلطنت کر کے فوت ہوا تھا چنانچہ تاریخ قصص ہند حصہ دوم مطبوعہ مفید عام لاہور صفحہ ۲۱ میں بھی لکھا ہے۔اور قائم کے زمانہ میں قدوری حنفی اور شیخ ابن ابی سینا حکیم فلسفی و ابونعیم محدث و ابن حزم ظاہری وبیہقی و خطیب بغدادی کا انتقال ہوا اور مرزا داراشکوہ کورگانی نے کتاب سفینۃ الاولیا مطبوعہ نولکشور طبقہ قادریہ میں لکھا ہے کہ ۴۷۳ھ میں صوفیہ قادریہ سے بغداد میں شیخ ابوالحسن علی قریشی ہنکاری تھے۔اور مولوی رحیم بخش لاہوری نے تاریخ اسلام کی دسویں کتاب میں لکھا ہے کہ ۴۷۳ھ یعنی سال وفات یعلیٰ کی خلیفہ بغداد کا مقتدی بامراللہ تھا اور ہسپانیہ اندلس کا حاکم یوسف بن تاشفین حمیری تھا۔اور ملک زنگ کا بادشاہ اس وقت الوزششم تھا اور حکومت اہل بیت سے اس وقت متوکل علی اللہ احمد تھے۔اور دولت بنی طغج اخشیدیہ مصروشام میں ابوالفوارس احمد بن علی بن محمد اخشید ہ آخری

حاکم تھا اور دولت عبیدیہ سے اس وقت ظاہر لاغرازدین اللہ ملک مغرب کا حاکم تھا۔اور دولت ملوک یمن سے اس وقت غلام نجاح بادشاہ تھا اور ہندوستان میں راجہ اس وقت راجہ کہرپال چوہان دہلی کا تاجدار تھا۔ دولت بن بویہ ملوک عراق سے اس وقت خسرو شاہ آخری حاکم تھا اور دولت سلجوقیہ سے اس وقت تاج الدولہ حلب و شام کا حاکم بھی تھا اور دولت بنی مرداس کی حکومت اسی سال زائل ہوئی اور دولت سلجوقیہ ملوک روم سے اس وقت سلیمان تھا۔اور سلطنت فارس اس وقت جلال الدین ملک شاہ سلجوقی مذکور کے زیر حکم تھی اور اس وقت فرانس ملک میں کارلودنجن فرقہ کی حکومت تھی اور پرشیا و جرمن ملک میں اس وقت ہنری سوم نام بادشاہ تھا اور ملک روس کا حاکم اس وقت جیلرسلن نام اس وقت تھا اور اس وقت انگلستان کا بادشاہ ولیم منصور تھا۔اور تاریخ ہند اردو مصنفہ پوپلزئی یوسف خان مطبوعہ لاہور میں ہے کہ سنہ مذکور میں سلطان مسعود ثانی بن مودود غزنی کا تاجدار تھا۔ یعلیٰ کا ذکر برصغیر کی کتب میں بھی آیا ہے، مولوی حیدر علی تاریخ حیدری، ملک شیر محمد آف کالا باغ تاریخ اعوان میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(-----☆☆☆-----)

فائنل

عون قطب شاہؒ

علوی اعوانوں کے جد اعلیٰ حضرت عون قطب شاہ بن یعلی جو حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد میں سے تھے بحکم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ بسلسلہ تبلیغ وارد ہند ہوئے۔ حضرت عون بن یعلی اپنی بیوی عائشہ اور دو بیٹوں محمد اور عبداللہ کے ہمراہ یہاں آئے[1]۔

علی بن قاسم و عبدالعلی و عبدالرحمٰن و ابراہیم و قطب شاہ کی پیدائش 419ھ بیان کی گئی ہے۔ آپ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفا میں تھے۔ اور بحکم شیخ صاحب وادی سون تشریف لائے۔

اس سے قبل تاریخ زادالاعوان میں حضرت عبیداللہ بن عباس علمدارؓ سے عون بن یعلی اور عون بن یعلی کے گیارہ بیٹوں کا تفصیل سے ذکر اس طرح بیان ہوا ہے کہ شجرہ طریقت مادری پدری وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عون المعروف قطب شاہ بن یعلی کی اولاد کے نام اور تفصیل سب سے پہلے صرف مولوی نورالدین سلیمانی نے ہی لکھی۔ جن کے حوالہ جات عربی اور اردو کتب سے ہیں۔

1۔ t ریخ زادالاعوان (اردو) از مولوی نورالدین صفحہ 103-104
t ریخ حیدری (اردو) از مولوی حیدر علی صفحہ 2، 3، 52
t ریخ الاعوان (اردو) از شیر محمد کالاباغ صفحہ 20
الشجرۃ الزکیۃ فی انساب بنی ہاشم (عربی) از سید یوسف بن عبداللہ صفحہ 604
پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں (اردو) از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی صفحہ 78
نسب الاعوان (اردو) از مولانا حسام الدین اعوان
أسنی المطالب فی اعقاب العباس بن الامام علی بن ابی طالبؑ t لیف الدکتور حاشم حسن مھدی صفحہ 130

جد اعوان حضرت عون بن یعلیٰ کے متعلق سعودی عرب سے شائع ہونے والی کتاب الشجرۃ الزکیۃ فی انساب بنی ہاشم از سید یوسف بن عبداللہ میں صفحہ 604 پر عون (قطب شاہ) بن یعلیٰ کا شجرہ لکھا جس کی تحریر حسب ذیل ہے

"قبیلة عوان العلویون و القطب شاهیین بدات من وادی سالت راینج حیث استوطن عون بن یعلی، وینتشرون فی بلکستان (البنجاب) وکشمیر و غیرها"۔

کتاب الشجرۃ الزکیہ فی انساب بنی ھاشم صفحہ 599 پر درج ہے

"هو جد (عون بن یعلی) فقبیلة عوان وهی کلمة مشتقة من (آل عون) وهی قبیلة کبیرة تنتشر فی وسط و غرب الباکستان، و یبلغ تعدادها اکثر من نصف ملیون حسب احصائیة منذ الاحتلال البریطانی عام ۱۹۲۱م۔ انظر اللوحة رقم (۲۵) موضحا بها عن قبیلة عوان العلویون۔ و انظر مشجرة المبسوط رقم (۲۹) عن عائلة عوان۔ انظر المشجرات رقم (۳٤)، ورقم (۳۵)، ورقم (۳٦) هذه مشجرات ماخوذة من کتاب بحر الانساب المسمی بالمشجر الکشاف: لمحمد الحسینی النجفی، لذریة العباس بن امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه و رضی الله عنه۔"

الشیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی سوانح حیات بہجۃ الاسرار از امام ابو الحسن الشطنوفیؒ ترجمہ حافظ احمد علی شاہ بٹالوی صفحہ 22 پر عونؒ کا ذکر موجود ہے۔

1886ء میں شائع ہونے والی انگریزی کتاب (Punjab Notes and Queries) والیم III صفحہ 118 پر جد اعوان کے حوالے سے قطب شاہ

بغدادی کا ذکر کیا ہے

Awans: Of the interesting class of the Awans, there is a strong colony in the Hoshiarpur District. The legend there is, that the tribe is descended from one [Aun] Qutb Shah, one of Muhammad's apostles or emissaries. Qutb Shah having left eventually settled in the country now Arabia, constituting the Shahpur and Jhelam Districts. A branch of the family came from that quarter and northern part of Dosuya settled in what is now the tahsil some 500 years ago.

طالب المولیٰ اکیڈمی ، ہالا نے مخدوم جمیل الزمان کی کتاب "خاندان حضرت غازی عباس علمدارؑ" 2012ء میں شائع کی جس میں حضرت عباس علمبردار سلام اللہ علیہا کی برصغیر میں اولاد کے شجرہ جات دیے گئے ہیں۔اعوان قبیلہ کے جد اعلیٰ حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ کا شجرہ صفحہ 71پر دیا گیا ہے۔ جبکہ عون قطب شاہ کا شجرہ صفحہ 171-170پر درج ہے۔جس میں نیچے زمان علی اور مزمل علی کی اولاد کے شجرے بھی دیے گئے ہیں۔اس کتاب کی ماخذ کتب میں عراق سمیت کئی ممالک کی طبع شدہ کتب ہیں اور مصنف کا تعلق سندھ کے ایک ذمہ دار سادات گھرانے سے ہے۔

تذکرہ شیخ المشائخ شیخ سید احمد ولیؒ تالیف حافظ شکر اللہ بن نعمت اللہ ترتیب و تحقیق ڈاکٹر سید رضوان گیلانی کے صفحہ 28پر پیر محمد طاہر حسین قادری انوار السیادت فی آثار السعادت ، 220(بحوالہ تاریخ مخزن ہند ، فصل پنجم ،

مصنف منشی ہنو مان پرشاد کائستھ قنوجی) کے حوالہ سے عون قطب شاہ کا یوں ذکر کیا ہے۔ "برصغیر پاک وہند میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے سیدنا غوث الاعظمؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت عون قطب شاہ علوی بغدادیؒ (المتوفی 556ہجری) کو بھیجا جو آپ کے خلیفہ مجاز اور ہند میں پہلے قادری مبلغ تھے۔"

کتاب پنجتن اور غیر مسلم مولفہ مولوی محمد حسنین مروت صفحہ 206 پر شجرہ نسب مولانا محمد حسنین مروت علوی کھچی اپنا شجرہ نسب معہ حوالہ کتب انساب لکھتے ہیں جن میں میزان القطبی عربی چھاپہ بیروت، میزان الہاشمی چھاپہ مصر، خلاصۃ الانساب، عمدۃ المطالب وغیرہ اور نوٹ لکھتے ہیں کہ بیس ہزار نساب نے قوم اعوان کو اولاد علی کرم اللہ وجہہ تسلیم کیا ہے۔ یہ دعویٰ آج نیا نہیں کیا گیا بلکہ 1400 سال کا ہے۔ ہم اپنے دادا حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہا کی سنت پر عمل کر کے غلام کہلواتے ہیں۔

"یہاں اعوانوں کے عباسی النسل ہونے کے ثبوت میں علامہ ابو منصور حسن بن یوسف علی کی کتاب "خلاصۃ الانساب" کے دسویں باب کا اردو ملخص پیش کرتے ہیں جس سے اعوانوں کے اصل پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ خلاصۃ الانساب مستند کتاب ہے۔ مصر میں چھپی تھی۔ اب نایاب ہے۔ اس میں علامہ حسن نے ان خاندانوں کی تاریخ لکھی ہے جو عربی النسل ہیں اور عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں پھیلے۔

الحسن بن یوسف بن علی بن المطہر ۔ الحلی الشیعی جمال الدین ابوالمنصور

ولادت 648 ہجری وفات 722 ہجری

1248ء 1322ء

علامہ ابو منصور کی کتاب "خلاصۃ الانساب" کے دسویں باب کے ایک

حصے کا اردو خلاصہ جو سلطان محمود اعوان نے اپنے مقالہ اعوان میں شامل کی۔ گورنمنٹ کالج نوشہرہ وادی سون کے رسالہ ضیائے سون (میر قطب شاہ نمبر ۸۴-۱۹۸۳ء) سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ملک سلطان محمود نے علی گڑھ اور بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ، پولیٹیکل سائنس اور فارسی میں ایم اے کیا تھا اور گولڈ میڈل بھی حاصل کیا تھا۔

شجرہ نسب:۔

عون بن یعلیٰ بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؓ بن علیؓ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم۔

اس سے آگے حضرت عباسؓ بن علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر عونؒ بن یعلیٰ تک شجرہ سے متعلق اصحاب کے حسب نسب کی تفصیل دی ہے۔جس کا ذکر طوالت کا موجب ہوگا۔البتہ حضرت قطب شاہؒ اوران کے صاحبزادے عبداللہ کے بارے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔وہ درج ذیل ہے:۔

''عون بن یعلیٰ معروف قطب شاہ وعبد العلی آپ کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن علی بن داؤد بن قاسم بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم تھیں۔وہ اچھی طبعیت اور باریک سمجھ کے آدمی تھے اور حاضر جوابی میں بھی کمال رکھتے تھے۔مگر عبدالقادر جیلانیؒ کے اغوا سے ان کے مذہب میں خلل واقعہ ہوگیا کیونکہ ان کی عورت عائشہ تھی۔ اس کے ہم مشربوں نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے شیخ اوراس فرقے کے امام تھے۔نہایت جلیل القدر اور بلند مرتبہ شخص تھے۔ طریقت میں زمانہ کے قطب ، حقیقت میں عارفِ کامل اور شریعت میں عظیم

الشان بزرگ تھے۔ شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ کے حکم سے ہندوستان میں آکر اقامت پذیر ہو گئے۔ ان کی اولاد عائشہ سے عبداللہ ہے جو ہندوستان میں کوڑا مشہور ہے جو کہ کورا کی تصغیر ہے۔ گورے رنگ کی وجہ سے ہندوؤں نے اسے یہ لقب دیا تھا کیونکہ وہ گورے رنگ کا مجاہد، بہادر اور ان کا واعظ تھا۔ یہ صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کا نام گوہر علی رکھا گیا۔ دوسرا محمد تھا جو کندلان کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ شیخ مذکور کا دربان تھا"۔

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"پھر وہ تمام متبعین کے ساتھ بغداد پہنچے اور شبِ جمعرات ۳ رمضان ۵۵۲ ہجری میں فوت ہوئے اور قریش کے مقبرے میں دفن ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے پڑھائی"۔ ان کے مزار کے بارے میں عتبات عالیات عراق ڈاکٹر اصغر قائدان نے اپنی تحریر میں واضح کیا کہ قبر دوتن از اولاد علی کرم اللہ وجہہ بنام عون و عبداللہ درآں سوئے باب البصر ہ سمت شرقی مقابر کاظمین قرار ارد۔ سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول مترجم رئیس احمد جعفری صفحہ 245 پر حضرت عون بن علی کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا قبر عون من اولاد علی بن ابی طالب

یہ عون کا مزار ہے علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں۔

محمد حسن خان مراۃ البلدان میں صفحہ 412 پر بھی ذکر کرتے ہیں۔

تبصرہ: بعض لوگ اس پر تردد کا اظہار کرتے ہیں ان کے لئے عرض کر دوں عون و عبداللہ کے مزارات کے متعلق یہ کتابی حوالے ہماری وادی سون کی صدیوں پرانی روایات کی تصدیق کرتی ہیں جو آج تک عام و خواص میں مشہور ہیں۔ دوسری بات کہ عون بن علیؓ کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا مزار کربلا میں ہی موجود

ہے۔ایک اورعون حضرت محمد حنفیہؒ کے پوتے ہو گزرے ہیں جن کا مزار مشرقی تبریز آزربائیجان میں ہے۔بعض عاقبت نااندیش اس عون بن علی بن محمد بن علیؓ کو جد اعوان کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ سر سلسلۃ العلویہ کے مطابق ان کی نسل منقرض ہو گئی واللہ اعلم۔

یہ عون جس کے مزار کا ہم ذکر کر رہے یہ عون قطب شاہ ہی ہے جس کا ثبوت ان کے ساتھ ان کے بیٹے عبداللہ کا نام بھی ہے۔لہذا قوم میں سستی شہرت کے لئے بدگمانی پھیلانے والے باز رہیں ۔عون قطب شاہ پر تحقیق کرنی ہے تو سوئے باب البصرہ کے گرد و پیش میں جا کر پوچھیے ہر خاص و عام ان کے ہند آنے کی گواہی دے گا۔آپ کی قبر مبارک پر معروف نساب دان گل محمد اعوان آف کھبکی وادی سون،خورشید حسن علوی آف بھکر اور ان کے والد صاحب کے علاوہ وزیر حسین علوی قمی حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت عون قطب شاہؒ اپنی بیوی دو بیٹوں اور دیگر ساتھیوں جن کی تعداد بعض روایات میں ستر بتائی جاتی ہے بغداد سے براستہ ہرات آئے اور میانوالی کے علاقہ کالا باغ کے قریب دریائے سندھ عبور کیا تو مقامی ہندو قبائل نے قافلہ کو روک لیا علاقائی روایات کے مطابق کئی ماہ تک عون قطب شاہ اور ساتھیوں نے وہاں گزارے۔ جب ہندو سرداروں کو یقین ہو گیا کہ یہ قافلہ فقط تبلیغی مشن پر ہے اور یہ بے ضرر لوگ ہیں تو انہوں نے قافلہ کو جانے کی اجازت دے دی ۔ جہاں سے یہ قافلہ وادی سون موجودہ ضلع خوشاب کی مغربی پہاڑیوں پر انگہ اور کوٹلی گاؤں کے وسط میں گدڑی پہاڑی پر پڑاؤ ڈالا یہ پہاڑی جھیل کے شمالی کنارے کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے جس کے اوپر کھنڈرات کے آثار آج بھی موجود ہیں۔جن میں کئی کمرہ نما جبکہ ایک کے رخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مسجد

بنائی گئی تھی۔

عون قطب شاہؒ اور ان کے ساتھیوں کی یہاں رہائش اختیار کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ جن میں سب سے پہلے یہاں کی معتدل آب و ہوا نئے آبادکاروں کے لئے بہترین ہے۔ گدڑی پہاڑی کے دامن میں سمندر کی خصوصیات رکھنے والی اوچھالی جھیل سے پانی کی ضروریات پوری ہوسکتیں تھیں۔ یہاں زرعی اعتبار سے ایک وسیع رقبہ موجود تھا جسے کاشت کے علاوہ چراگاہ کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ پچاس کلومیٹر پر پھیلی اس وادی میں گنے چنے چند گاؤں آباد تھے جن میں انگہ، دھدھڑ، مناواں اور کھوڑہ شامل ہیں جن سے کوئی بڑا خطرہ نہ تھا۔ اس وقت موجود تلاجھہ کا قلعہ جلد ہی عون قطب شاہ کی اولاد کے زیر تسلط آ گیا کیونکہ روایت ہے کہ خوارزم شاہ نے یہاں عبداللہ کلڑہ کی اولاد کی پناہ میں چار سال گزارے۔ دوسرا مشہور قلعہ اکرانہ بھی بعد میں فتح کرلیا گیا۔

عون قطب شاہؒ اور ان کے دیگر ساتھیوں کا یہاں ابتدائی ذریعہ معاش زراعت تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ضرورت کے مال مویشی شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہمیشہ کی طرح اعوان قبیلہ عربوں کی طرح زراعت اور گلہ بانی کے شعبہ سے منسلک ہے۔

عون قطب شاہؒ کی اولاد اعوان کہلائی جبکہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والے قطب شاہی کہلائے۔ ایک عمومی سوال کیا جاتا ہے کہ ان کے ہمراہ آنے والوں کی اولادیں کہاں گئیں؟۔ تو عرض کئے دیتے ہیں وادی سون کے تمام گاؤں کا بغور جائزہ لیا جائے تو عون قطب شاہؒ کے ہمراہ آنے والے ان کے خدام کی اولادیں آج بھی آباد ہیں۔ وادی سون میں زمانہ قدیم سے نسل در نسل آباد تابعداران ان کے ساتھیوں کی اولادیں ہیں جو مختلف پیشوں سے

منسلک تھے وہ آج تک ہیں۔

تاریخ راجپوت کھوکھر از رانا محمد سرور خان اپنی کتاب کے صفحہ 230 پر حوالہ نمبر 72 میں کھوکھر قبیلہ کے قبول اسلام کے سلسلہ میں عون قطب شاہ کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

"زیادہ تر مورخین نے تحریر کیا ہے کہ کھوکھر قبیلہ نے مشہور صوفی بزرگ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ چند ایک مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے خلیفہ حضرت قطب شاہ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔"

عبداللہ بن عونؒ

حضرت عبداللہ المعروف کلڑہ عون بن یعلیٰ کے صاحبزادے ہیں جن کی اولاد وادی سون میں آباد ہے یہاں سے حضرت عبداللہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں خانقاہ ڈوگراں کے مقام پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے شہاب الدین غوری کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا اور تراوڑی (ترائن) تک گئے۔ ان کے بارے میں خلاصۃ الانساب کے باب دہم میں لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ یوں ہے:۔

"وہ پہلے ہمارے ہم مذہبوں کی محبت سے مومن تھے۔ پھر شیخ مذکور کے اغوا سے اپنے باپ کی طرح شیخ کے تابع ہو گئے۔ ان کی والدہ عائشہ بنت عبداللہ صومعی بن ابی جمال الدین محمد بن محمود بن عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد الجواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی سلام اللہ علیہ تھیں۔ وہ بھی شیخ مذکور کے ایما سے اپنی اولاد اور تین سو تابعین کے

ساتھ ہندوستان میں اپنے باپ کی جگہ پر تشریف لائے۔ یہ واقعہ ۵۵۹ ہجری کا ہے"۔

اس سے آگے علامہ صاحب لکھتے ہیں۔

"میزانِ قطبی میں ہے کہ پھر وہ شیخ کے حکم سے ہندوستان واپس آئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کی جائے اقامت پر پہنچے۔ وہ جگہ پہاڑ سکیسر اور کرانہ کے درمیان ہے جو علاقہ سون کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں چھ ماہ مقیم رہے اور کچھ اولاد اور کمزور آدمیوں کو طاقتور اور برگزیدہ آدمیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر لاہور چلے گئے۔ اور وہاں گشت لگا کر بہت سے کفار کو مشرف بہ اسلام کیا اور ان کے ہاتھ پر بہت سے نیک آدمیوں نے بیعت کی۔ اس ملک میں ان کی کرامات کا خوب شہرہ ہو گیا اور مرجع خلائق بن گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہندوؤں کے ایک معزز خاندان مسلمان شدہ کھوکھروں کے گھر شادی کر لی۔ چند سال وہاں مقیم رہے ان کی اولاد پیدا ہوئی اس جگہ کا نام خانقاہ علویین رکھا گیا۔ اب وہ خانقاہ ڈوگراں کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ مسلمان قوم ڈوگر کے مشائخ کا مدفن ہے۔ اتفاقاً انہوں نے اپنی ضیافت گاہ میں ایک روز کچا دودھ استعمال کیا، ان لوگوں کی رسمِ قدیم دودھ ابال کر استعمال کرنے کی تھی۔ اس سے بڑے چھوٹے شریر اور بدمعاشوں کی جماعتوں میں شورش پیدا ہو گئی۔ ایک نے کہا کہ مسلمانوں کے شیخ نے اپنے احسان کرنے والوں کو اس برائی سے اچھی جزا دی۔ شیخ کو ایک مرید نے اس کی اطلاع دے دی۔ اس نے لاحول ولاقوۃ پڑھا۔ پھر انہوں نے ہر ایک گائے کو جمع کرنے اور ان کے تھنوں پر جوتیاں مارنے کا حکم دیا اور کھانے کے لئے ذبح کرنے کا۔ اس اجتماع سے تھنوں میں جو لہو تھا وہ صاف دودھ بن گیا۔ اس سے اشراف کے دلوں میں یقین زیادہ ہو گیا اور کفار

کے دلوں میں نفاق جاگزین ہو گیا۔انہوں نے قتل کی ٹھان کر آپس میں مشورہ کیا اور اندھیری رات میں ان کو اکیلا پا کر ان کے منہ میں قلعی ڈال کر انہیں قتل کر دیا اور قصاص کی پرواہ نہ کی۔وہ شہید ہو گئے۔رحمت اللہ تعالی۔

علی اصبح شیخ کے آدمیوں میں ان کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ایک نے کہا۔"اے گروہ مسلمانان اس طریقہ سے تم بہادری اور شجاعت کی صفات سے بہرہ ور اور رعب وخطرہ کی صفات سے سرفراز ہو۔اب اللہ کا تم پر حق ہے اللہ اور رسول اکرم ﷺ کے لئے اٹھو اور اللہ کے دشمنوں سے قصاص حاصل کرو اور کفار کو ان کی بد اعمالی کا بدلہ دو۔اس سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے سخت حملہ کیا اور تمام دن لڑتے رہے۔کفار رات کو اپنے گھروں میں جا گزیں ہو گئے۔مسلمانوں نے پھر ان پر حملہ کر دیا۔کچھ کافر مارے گئے باقی بھاگ گئے۔مسلمانوں نے گھروں میں ان کی عورتوں اور لڑکوں کو پکڑ کر قید کر لیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔انہوں نے ان کی نعش کو اٹھا کر قبۃ الشہداء میں دفن کر دیا۔پھر وہ اس نعش کے ساتھ اول جائے اقامت کی طرف آئے اور اس جگہ سے جنوبی پہاڑوں کی بلندی پر شب باش ہوئے۔بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جگہ ان کا مدفن ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ انہیں دوسرے روز اقامت کی جگہ پر لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔پھر تیرہ ماہ کے بعد انہیں نکال کر ان کے صندوق کو مدینۃ الاسلام بغداد شریف میں لے گئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی قبر کے پاس دفن کر دیا"۔

یہ تفصیلات علامہ ابوالمنصور حسن بن یوسف صاحب خلاصۃ الانساب نے بیان کی ہیں۔

چورہ دادا گولڑہ

چورہ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی مشہور شخصیت کا قتل ہو تو اس کی یاد گار کو مقامی زبان میں چورہ جبکہ عربی میں سراۃ کہتے ہیں سعودی عرب میں سرۃ عبیدۃ (Sarat Abidah) نام کا شہر آباد ہے۔ یہ عربی رسم ہے جو وادی سون میں جگہ جگہ نظر آتی ہے ۔وادی سون کے گاؤں کٹھوائی کے قریب دادا کولڑہ کا مقام ہے جہاں حضرت عبداللہ کولڑہ کا چورہ ہے۔ جس کے متعلق سینہ بہ سینہ علاقائی روایات کے مطابق حضرت عبداللہ کولڑہ کو خانقاہ ڈوگراں کے قریب میاں آلی کے مقام پر جب شہید کر دیا گیا تو ان کی میت موجودہ چورہ والے مقام پر ابتدأ دفن کی گئی اور یہ طے ہوا کہ جب تک انتقام نہ لیا جائے گا میت بغداد روانہ نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ 13ماہ کے بعد حضرت عبداللہ کولڑہ کا انتقام لینے کے بعد میت بغداد روانہ کی گئی تھی۔

ان کی شہادت کا ذکر ہندوستان کی بیشتر کتب میں ملتا ہے جس میں عبداللہ کو غوری کا مبلغ لکھا گیا ہے۔ جو سرکھا اور بکن کے ہاتھوں شہید ہوا۔ یہ روایت وادی سون کی عبداللہ کولڑہ کی شہادت کے متعلق روایت کی تائید کرتی ہے۔

رانا محمد سرور خان اپنی کتاب تاریخ کھوکھر راجپوت میں طبقاتِ ناصری مصنفہ 1259ء، تاج الماثر مصنفہ 1228ء از حسن نظامی اور جامع التواریخ مولفہ 1311ء از فضل اللہ رشید الدین کے حوالے سے صفحہ 147-146 پر ان واقعات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں ۔شہاب الدین غوری کے ساتھ لڑائی میں سل کا بیٹا سرکاہ قتل ہوا اور بکان نے کوہ جود کے قلعہ میں پناہ لی ۔اس قلعہ کے متعلق وادی سون کی روایت ہے کہ کھبیکی کے جنوب میں اکراند پہاڑ کے اوپر آج بھی اس کے آثار موجود ہیں۔

فائنل

حضرت عبداللہ گولڑہ کو شہاب الدین غوری کے دربار میں مبلغ اور قریبی دوست کی حیثیت حاصل تھی۔ اس سلسلے میں کامران اعظم سوہدروی اپنی کتاب ''شہاب الدین غوری، تاریخ کے آئینے میں'' کے صفحہ 182پر یوں رقمطراز ہیں:۔

شہاب الدین کے آخری زمانے میں ایک متقی و پرہیزگار مسلمان ان کھوکھروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس نیک نفس خداپرست نے ان بے دینوں کو مذہب اسلام کی خصوصیات اور عبادت اسلامی کے طریقے بتائے۔ چونکہ اس قوم کی ہدایت کا وقت آچکا تھا۔ اس لئے کھوکھروں کے امیر کو یہ باتیں بہت پسند آئیں اس نے اس پاک باز مسلمان سے پوچھا۔

''اگر میں مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں تو وہ میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا''

اس مسلمان نے جواب دیا:

''میں اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ بادشاہ تجھے اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہو گا، اور اس کوہستان کی حکومت تیرے ہی سپرد کر دے گا اور تجھے یہاں کا خودمختار حاکم مان لے گا''۔

اس گفتگو کے بعد کھوکھروں کے امیر نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس مردمومن نے تمام کیفیت ایک خط میں درج کر کے سلطان شہاب الدین کو حالات سے باخبر کیا یہ خط ملتے ہی سلطان شہاب الدین نے ایک مرصع کمر بند اور گران بہا خلعت امیر کے لئے بھجوائی اور اسے اپنے دربار میں طلب کیا۔

کھوکھروں کا امیر شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ

اسلام ہوا۔ شہاب الدین نے اس کے نام کوہستانی علاقوں کی فرماں روائی کا فرمان جاری کر دیا۔ اپنے وطن واپس آ کر اس امیر نے اپنی قوم کے بڑے حصے کو مسلمان کر لیا۔

وادی سون میں اعوان قبیلہ کے لئے یہ سب سے بڑی زمینی حقیقت ہے۔ جسے کوئی بھی محقق، تاریخ دان رد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ زمینی حقائق، علاقائی روایات، منظوم قصے اور انساب کے شجرہ جات سب ان باتوں پر متفق ہیں۔ چورہ سمیت متعدد عربی رسم و رواج اور بول چال کے عربی الفاظ آج بھی وادی سون کے باسیوں کے عربی النسل ہونے کا ثقہ ثبوت ہیں۔

محمد بن عون بن یعلیٰؒ

محمد کندلان جنہیں عرف عام میں محمد شاہ کنڈان بھی کہتے ہیں حضرت قطب شاہ کے بیٹے ہیں ۔صاحب کتاب حقیقت الاعوان اور مولوی نور الدین نے باب الاعوان میں تاریخ کندلانی کے حوالہ سے لکھا ہے قطب شاہ کا بیٹا محمد المعروف کندلان شمالی پنجاب کے کوہستان نمک دوآبہ آیا تھااور یہ دوآبہ دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ آپ کے اکلوتے بیٹے کا نام "سکن شاہ" تھااور سکن شاہ کے بیٹے کا نام بدیج شاہ تھا۔ بدیج شاہ کے دو پوتے فیروز شاہ اور مالک تھے۔ کتاب حافظ الکرم از پیر محمد طاہر حسین قادری کے مطابق فیروز اور مالک دونوں ضلع خوشاب کے موضع پدھراڑ میں آباد تھے۔ جو ان کے دادا بدیج شاہ نے آباد کیا تھا۔ موضع پدھراڑ کے پہاڑ میں ایک مکان ہے جو کہ بھیومٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بدیج شاہ کا

فائنل

مکان تھا۔ فیروز شاہ کی اولاد سے مستیال اور مالک کی اولاد سے ملکال مشہور شاخیں ہیں۔

مولوی نورالدین مرحوم نے اپنی معروف تصنیف ''زادالاعوان'' میں محمد بن عون بن یعلیٰ کے بارے میں میزان قطبی، میزان ہاشمی، اور خلاصۃ الانساب کے علاوہ جو حوالے دیئے ہیں ان میں سے ایک عربی کتاب الضیاح العیاد فی تاریخ مشائخ البغداد مطبوعہ اسلام بول باب المشائخ من عصر الشیخ عبدالقادر الجیلیؒ میں میر خلیل بن عبدالمسبین ہمدانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔'' وہ مشائخ کہ ہمزمان شیخ جیلانی کے تھے۔ متجملہ ان کے محمد بن عون بن قاسم بن حمزہ بن طیار ہے اور سلسلہ نسب اس کا علی بن ابی طالب کو پہنچتا ہے اور والدہ اس کی بی بی عائشہ سادات اولاد امام حسین کے سے تھی اور متولد ہوا بغداد میں ۴۷۵ ہجری میں اور تھا وہ یاران شیخ عبدالقادر جیلانی کے اور بھائی اس کا عبداللہ ہے۔ پس سفر کیا اس نے اور والد اور برادر اس کے نے ہند کی طرف اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر اسلام میں مشرف ہوئے۔ پھر واپس چلا گیا اور وفات پائی قدس سرہ نے ماہ شعبان ۶۱۶ ہجری میں اور وہ ایام خلیفہ بغداد ناصر الدین عباسی کے تھے اور وہ مدفون ہوا باپ دادا کے پاس''۔

لوگ اسے کندلان کہتے تھے کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی دربانی کرتا تھا۔ بعد میں کثرت استعمال سے کندلان کی جگہ کنڈان معروف ہوا۔ ان کی اولاد دونہار دامن کوہ اور ضلع سرگودھا کی تحصیل شاہپور میں کثرت سے آباد ہے۔ امام بخش اعوان نے تاریخ کندلانی میں حضرت محمد کندلان اوران کی اولاد کی تاریخ لکھی ہے۔ یہ کتاب اعوان تاریخ پر اولین کتاب تصور کی جاتی ہے بدقسمتی سے یہ کتاب بھی آجکل نایاب ہے۔اس کے علاوہ موصوف نے 1236ھ

میں انساب سادات کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کی کاپی محترم جناب سید محسن رضا کاظمی صاحب کے پاس موجود ہے۔

زمان علی

بعض کھوکھر راجپوت معترض ہیں کہ علوی کھوکھر نہیں ہیں تو ان کے لئے عرض ہے کہ علوی کھوکھر جو زمان علی کی اولاد سے ہیں وہ تعداد میں بہت کم ہیں مگر اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ عبداللہ گولڑہ کی شادی کھوکھروں کے گھر ہوئی، پرنسپل (ر) شیخ محمد حیات کے مطابق عبداللہ گولڑہ اور خوارزم شاہ ہم زلف تھے۔ جلال الدین محمد خوارزم شاہ کا وادی سون میں تلاجھہ کے مقام پر پناہ لینا اور اعوان قبیلہ کی حفاظت میں چار سال تک قیام اس بات کی سچائی کی دلیل ہے۔ یہاں ایک اور اعتراض کی وضاحت ضروری ہے۔ جو حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اعوان سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ برصغیر آئے، وہ اس حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ یہ بات کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ کھوکھر قبیلہ نے حضرت عون قطب شاہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کیا۔ اور ان کا بیٹا عبداللہ گولڑہ خانقاہ ڈوگراں کے قریب "میاں آلی" بستی میں غیر مسلم کھوکھر سرکھاہ اور بکن کے ہاتھوں شہید ہوا۔ تو یہ زمانہ شہاب الدین محمد غوری کا تھا۔ اس لئے اعوان قبیلہ کے حوالے سے سلطان محمود غزنوی سے متعلق تمام مفروضے حقائق کے برعکس ہیں۔ ویسے بھی سلطان محمود غزنوی عباسی خلیفہ کے تابع تھا اور عباسی خلیفہ کے زمانے میں علویوں نے عرب چھوڑ کر مختلف علاقوں کی جانب ہجرت کی۔ تو یہ سوچنا بھی کہ علوی اعوان سلطان محمود غزنوی کے دربار میں پیش ہوئے ہوں گے

درست نہیں۔

تاریخ اعوان لکھنے والوں نے بڑے بڑے قلابے جوڑے ہیں اور سپہ سالار اور کمانڈر انچیف کے الفاظ لکھے ہیں مگر جسرت کھوکھر جن کا ذکر قریب قریب ہندوستان کی سبھی تاریخوں میں آیا ہے۔جسرت کھوکھر کی شجاعت کے لئے اتنا کہہ دینا کہ جب تیمور ہندوستان فتح کر چکا تھا تو کلر کہار کے نزدیک جسرت کھوکھر نے تیمور کا رستہ روکا، روایت ہے کہ تیمور نے جسرت سے کہا کہ میں نے ہندوستان فتح کرلیا آپ مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ مجھے کیسے روک سکتے ہو تو جسرت نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں شکست ہو گی مگر تیمور جسرت کے علاقہ سے بنا لڑے چلا جائے یہ ممکن نہیں۔جسرت کھوکھر اس لڑائی میں مارا گیا مگر تاریخ میں زندہ ہو گیا۔

سیالوی سند

آستانہ عالیہ سیال شریف سرگودھا کا نام معتبر ترین درگاہوں میں ہوتا ہے۔اس کے لئے صرف ایک سطر میں بات مختصر کروں تو پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسویؒ کے مرید اور آستانہ سیال شریف کے مرید پیر مہر علی شاہ سرکارؒ ۔۔۔۔

امیر بخش سیالوی کتاب انوار شمسیہ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں "اصل نام شمس عبدالعلی المعروف قطب شاہ بن یعلیٰ بن ابو یعلیٰ حمزہ"۔

یاد رہے خواجہ شمس الدین سیالوی عونؒ بن یعلیٰ کے بیٹے زمان علی کی اولاد سے ہیں۔زمان علی کی اولاد کرانہ بار کے علاقے میں پھیلی یہاں سے کچھ علوی عباسی کھوکھر جو زمان علی کی اولاد سے تھے کشمیر میں بھی منتقل ہوئے۔

دیگر ازواج و اولاد عون قطب شاہؒ

قطب شاہؒ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں سب سے پہلے مولوی نورالدین نے زادالاعوان میں تفصیل سے ذکر کیا۔چنانچہ یہاں مولوی نورالدین مرحوم کی بیان کردہ تفصیلات کو پیش کر رہے ہیں۔جو انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "زادالاعوان" میں میزان قطبی، میزان ہاشمی، اورخلاصۃ الانساب کے حوالے سے لکھی ہیں۔

مولوی نورالدین مرحوم نے قطب شاہ کی چار ازواج، گیارہ فرزند اور تین دختران کا ذکر کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ بی بی عائشہ جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے اور جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خالہ تھیں۔ان کے بطن سے حضرت قطب شاہؒ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور محمد کندلان تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۲۔ دوسری بی بی زینب تھیں جن کے تین بیٹے۔

(۱) مزمل علی کلگان، (۲) جہان شاہ دریتیم (۳) زمان علی کھوکھر اور ایک بیٹی رقیہ تھیں۔

۳۔ تیسری بی بی خدیجہ۔ان کے بھی تین بیٹے

(۱) نجف علی محمد یحیٰی (۲) فتح علی کلدان (۳) محمد علی چوہان اور ایک بیٹی فاطمہ تھیں۔

۴۔ چوتھی بی بی ام کلثوم۔ان کے بھی تین بیٹے

(۱) نادر علی محمد عثمان (۲) بہادر علی محمد صالح (۳) کرم علی شاہ محمد رؤف اور ایک بیٹی ہاجرہ تھیں۔

فائنل

اس حوالہ سے عون قطب شاہ کی بڑھاپے میں تین شادیاں اور ہر بیوی سے تین بیٹے اور ایک بیٹی کی پیدائش پر اعتراضات اٹھائے جاتے رہے کہ ایسا ممکن نہیں لگتا اور عون قطب شاہ کے دو بیٹوں عبداللہ اور کندلان کا قریب قریب سبھی کتب نے ذکر کیا ہے۔اس لئے یہ بات تحقیق طلب ہے۔اب سوال اٹھتا ہے کہ کوہستان نمک علاقہ اعوان کاری کے علاوہ دیگر علاقوں میں آباد اعوان دعویدار کون ہیں؟۔اس سلسلے میں علاقہ اعوان کاری کوہستان نمک کے علاقہ میں حضرت عبداللہ گولڑہ اور محمد کندلان کی اولاد آباد ہے جن کے پاس نہ صرف ذاتی شجرہ جات، سرکاری بندوبستی شجرہ جات، مقامی روایات اور ناقابل تردید زمینی شواہد صاحب مزار اعوان اولیاء کرام کی کثیر تعداد موجود ہے۔چونکہ عون قطب شاہؒ کے ہمراہ مختلف لوگ آئے تھے جن میں خدمت گار بھی شامل تھے۔ان میں سے اکثریت نے بعد میں اپنے ساتھ اعوان کا لفظ استعمال کیا مختلف اوقات میں دیگر علاقوں میں ہجرتیں بھی ہوئیں اور بعد میں آنے والے محققین نے سب اعوانوں کو عون قطب شاہ کی اولاد میں شامل کرنے کی کوشش کی تو اختلاف ہوئے۔

اس سلسلے میں اولاد حضرت عون قطب شاہ کے حوالہ سے گل سلطان اعوان کی کتاب "تذکرۃ الخواص فی نسب آل عباس علمدارؑ" میں مزید تحقیق پیش کی جائے گی۔

ذیل میں اعوان قبیلہ کے معروف اولیاء کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے کیونکہ جد اعوان قبیلہ تبلیغ کی غرض سے برصغیر تشریف لائے، اعوان قبیلہ کے اولیاء کے حوالہ سے اہم بات یہ ہے کہ حضرت عون قطب شاہ بن یعلی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم پر سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کے لئے تشریف لائے چنانچہ آج بھی یہ ایک زمینی حقیقت موجود ہے کہ اعوان قبیلہ کے اکثر اولیاء اللہ سلسلہ قادریہ میں ہی بیعت ہیں۔عون قطب شاہؒ کی اولاد نے سلسلہ قادریہ کی

ترویج کا جو سلسلہ شروع کیا وہ صدیوں سے جاری و ساری ہے ان میں سب سے پہلے حضرت سلطان محمد باہوؒ کا نام آتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہوؒ

علم و آگہی کے بحر بیکنار، معرفت و ادب کے آفتاب علم تاب، بازید محمدؒ اور بی بی راستیؒ جیسی ہستیوں کے فرزند یعنی نجیب الطرفین ولی، اویسی سلسلے کی آبرو محمد باہوؒ جو سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ علم لدنی کے گہرے سمندر، عربی، اردو فارسی اور پنجابی کی ایک سو چالیس کتب کے مصنف، ترک لزات اور فقر میں اصحاب صفہ کے نقش قدم پر چلنے والے سلطان باہوؒ معرفت و سلوک کے منفرد مسافر جنہوں نے اپنی تعلیمات کے لئے شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا۔ زندگی میں فیض کا سر چشمہ تھے تو بعد از وصال بھی اس میں کمی نہ آنے دی، اس ہستی کی داستان حیات جو گود سے گور تک سراپا خیر و برکت ثابت ہوئی۔

حضرت بازید محمدؒ کا تعلق انوال اعوان قبیلے سے تھا، آپ وادی سون کے مشہور گاؤں انگہ کے رہنے والے تھے اور وہ پشتی رئیس تھے۔ انگہ میں آباد آپ کے قبیلہ انوال کے مطابق آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:۔

حضرت سلطان محمد باہو بن سلطان بازید محمد بن سلطان فتح محمد بن اللہ دتہ بن محمد ابراہیم بن محمد منان بن میاں مغل بن میاں اللہ یار بن حیدر علی بن اسلم علی بن مہر علی عرف سگھرا بن محمد العون بن ملا محمد علی بن بہادر علی بن جیون علی بن محمد علی بن ہیبت علی بن مہر علی بن انور علی بن مہر علی عرف بدلیس بن بہادر علی

عرف بھانو بن محمد علی (حسن دوست) بن احمد علی عرف بدھو بن عبداللہ المعروف دادا گولڑہ بن عون قطب شاہؒ۔

رب کائنات نے اُن کو دولت دین و دنیا دونوں سے بطور خاص نواز رکھا تھا۔حضرت بازید محمدؒ سلطنت دہلی کے شاہی منصب دار تھے مگر یہ ملازمت ان کی طبع پر گراں گزرتی تھی چنانچہ وہاں سے سرکاری منصب کو چھوڑ کر اپنے وطن تشریف لے آئے۔

۱۰۳۹ھ ماہ رمضان میں سلسلہ قادری کا یہ اویسی افتاب عالم تاب طلوع ہوا،والدین نے حسب القا بچے کا نام محمد باہوؒ رکھا جو بعد میں سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔بابرکت بچے نے اپنی ولایت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے رمضان شریف میں طلوع افتاب سے غروب افتاب تک والدہ کا دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ماں تو پہلے ہی اپنے لخت جگر کے مقام سے واقف تھی لہذا اسے پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں تھی مگر اس کا چرچا گلی گلی ہوا اور خلق خدا آپ کی زیارت کو آنے لگی۔

سلطان العارفین سلطان باہوؒ ماں کی گود میں ہی تھے جب حیرت انگیز واقعات رونما ہونا شروع ہوگئے ان کے پڑوس میں بھگوان داس نامی برہمن رہتا تھا جو اٹھتے بیٹھتے دیوی دیوتاؤں کی یاد میں رہتا تھا ایک روز اس کی نگاہ دایہ کی گود میں اٹھائے ہوئے اویسی ولی(سلطان العارفین سلطان باہوؒ) پر پڑ گئی تو بے اختیار کلمہ طیبہ دہرانا شروع کر دیا۔پہلے تو اس نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر روکنا چاہا پھر اچانک کہنے لگا میں غلام اللہ ہوں غلام محمدؐ ہوں،سارے شہر میں دھوم مچ گئی غیر مسلموں نے کہا بھگوان داس آدھرمی ہو گیا ہے جبکہ

مسلمانوں نے کہا وہ حصار عافیت میں آ گیا پھر یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا۔جس غیر مسلم کی نگاہ سلطان کے رخ انور پر پڑتی وہ کلمے کا ورد شروع کر دیتا آخر غیر مسلم اہل دانش وفد بن کر حضرت بازیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے بے تکی درخوست پیش کی کہ جناب آپ خادمہ کو حکم دیں کہ بچے کو لے کر باہر نہ نکلا کرے ہمارا دھرم خطرے میں پڑ جاتا ہے، حضرت بازیدؒ نے یہ درخوست قبول کر لی مگر جب سلطان قدم بہ قدم چلنے لگے تو خود باہر نکل آتے اور وہی مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا جس بت پرست کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑتی اس کا باطن روشن ہو جاتا۔جس کا حل یہ تلاش کیا گیا کہ جب بھی سلطان تنہا یا کسی کی ہمراہی میں گھر سے قدم نکالتے تو ہندوؤں کے متعین کردہ افراد اعلان کرنے لگ جاتے اپنے دھرم کی رکھشا کر لو باہوؒ جی گھر سے نکل چکے ہیں لوگ خفاشوں کی طرح روشنی سے منہ موڑ کر ادھر اُدھر چھپ جاتے، پھر ان واقعات کی انتہا ہو گئی سلطان العارفینؒ کی طبیعت ناساز ہو گئی شور کوٹ کا حاذق طبیب اتفاق سے برہمن تھا اس نے مریض کا علاج کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا میں مروت میں آ کر یہ چند ٹکوں کی خاطر اپنے دھرم کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا، آخر حضرت بازیدؒ کے غلاموں نے منفرد قسم کی دھمکی دیتے ہوئے کہا اگر آپ نے بچے کا علاج نہ کیا تو ہم تمھاری محافل میں ان کو اچانک لے آیا کریں گے اس طرح تم لوگوں کو اپنے دھرم سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے، یہ دھمکی کام کر گئی اور حاذق طبیب نے حل پیش کیا کہ اسے مریض کا قارورہ دکھایا جائے تو علاج پھر بھی تسلی بخش ہو گا چنانچہ بچے کا قارورہ حکیم کو دکھایا گیا تو ہونی ہو کر رہی اور حکیم صاحب بلند آواز میں کلمہ پڑنے لگے اس واقعہ کی تفصیل شیخ

فائنل

سلطان حامدؒ کی تصنیف مناقب سلطانی میں موجود ہے۔

تجلیات:

تجلیات الٰہی کے نزول کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو گئے تھے بلکہ آپ نے کبھی کوئی مستحب تک ترک نہیں کیا۔ پھر وہ واقعہ پیش آیا جس کی بنا پر آپ کو اویسی کہا جاتا ہے۔

شور کوٹ کے نواح میں سلطان باہوؒ ذکر و فکر میں مشغول تھے کہ آپ کو اپنے جد اعلیٰ حضرت علی ابن ابی طالبؓ کا دیدار نصیب ہوا، اسد اللہ کی زیارت کے ساتھ ہی ساری بے چینیوں کو قرار آ گیا۔ حیدر کرارؓ آپ کو لے کر اس محفل میں پہنچے جس کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے یہ صرف قادر مطلق کی کرم نوازی کا نتیجہ ہے۔ اس محفل میں حضور اکرم ﷺ بنفس نفیس تشریف فرما تھے اہل بیت تشریف رکھتے تھے اور صدق کے بادشاہ صدیق اکبرؓ تھے حق و باطل میں امتیاز کرنے والے عمر فاروقؓ تھے اور حیا کی آبرو عثمان غنیؓ تھے، بقول سلطان باھوؒ اس محفل میں خلفاء ثلاثہ نے گلے لگایا اور چلے گئے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے از خود تلقین النفات سے سرفراز فرمایا۔ اِس کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراؓ نے مجھے اپنا فرزند قرار دیا اور میں نے امامین حسنین کریمین کی قدم بوسی بھی کی جس کے بعد ساری بلندیاں سارے عروج ختم ہو گئے۔ ازاں بعد مولائے کائنات نے مجھے غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد کیا۔

سلطاں باہوؒ رقم طراز ہیں میں نے اپنی ظاہری نگاہ سے یہ سب کچھ دیکھا اور میں اپنے ظاہری وجود کے ساتھ ان بلندیوں پر موجود تھا اس فیضیابی کے بعد باھوؒ ہر پل ہر گھڑی وحدانیت کے کیف و سرور میں مستغرق رہتے اور جلال

و جمال کی اس مستی کی بنا پر عارفین کے سلطان قرار دیئے گئے۔آپ نے کیف ومستی کو بڑا بلند مقام دیا۔

تا مست نگردی نکشی بار غم عشق
آرے آرے شتر مست کشد بارگراں را

اس کے علاوہ لاتعداد ایسے واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں جہاں سلطان باہوؒ کی کرامات ظاہر ہوئیں، مغل بادشاہوں، امراؤں اور بڑے بڑے غیر مسلموں نے آپ کی اطاعت کی۔

شادیاں:

آپ نے چار ازواج سے نکاح کیا۔دو کا تعلق قبیلہ انوال اعوان سے تھا،تیسری بیوی مخدوم برہان کے خاندان سے تھی اور چوتھی ملتان کے ایک ہندو ساھوکار کی بیٹی تھی۔جس کا ہاتھ حضرت بہاول حق زکریاؒ نے وہاں جانے پر آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔واقعہ کچھ اُس طرح ہے کہ سلطان باہوؒ ایک بار بہاول حق زکریاؒ ملتانی کے مزار پر گئے اور آپ سے ایک ہاتھ مانگا ۔جب مزار سے باہر آئے اور دریا کے کنارے بیٹھ کر وضو کا ارادہ کیا تو اچانک ایک پریشان حال دوشیزہ آپ کے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہنے لگی ،جب آپ مزار سے باہر نکلے تو مجھے چشم تصور سے ایک دلکش منظر دکھایا گیا میں آپ کی ہونے والی بیوی ہوں۔آپ مراقبے میں جا کر ملاحظہ فرمائیں سلطان باہوؒ مراقبے میں گئے تو دوشیزہ کی سچائی ظاہر ہوگئی اس طرح اُس نومسلم دوشیزہ کو آپ کی چوتھی بیوی بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

شورکوٹ پہنچے تو بی بی راستیؒ نے بلند مرتبت بیٹے کو معرفت الٰہی کی تکمیل کا

فائنل

حکم دیا جس میں ظاہری مرشد کا دامن پکڑنا ہر لحاظ سے ضروری اور سودمند ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے شاہ حبیب اللہ قادریؒ کے ہاں پانی بھرا۔آخر دہلی کا طویل سفر کیا اور حضرت سید عبدالرحمان گیلانی قادری دہلویؒ سے اپنا حصہ وصول کیا۔دنیاوی لحاظ سے آپ کو کھیتی باڑی پسند تھی وہ جاگیر دار ہونے کے باوجود فقیرانہ زندگی پسند فرماتے تھے۔

تصانیف:

سلطان العارفینؒ نے شعور کی آنکھ کھولی تو فصیل جان پر واردات الٰہی کا آغاز ہو گیا اور جسم و جان پر ہر وقت ایک سرور کی سی کیفیت طاری رہی ان حالات میں علوم ظاہری کی طرف توجہ دینا ممکن ہی نہ تھا مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ تحریر و تقریر میں مہارت رکھتے تھے۔۱۴۰ کتب کی تصنیف اس کا بیّن ثبوت ہے۔مجبوراً ہمیں یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب علم لدنی کا فیض تھا آپ نے اپنی معروف کتاب عین الفقر میں خود ارشاد فرمایا اس بندہ ناچیز نے علوم ظاہری کے لئے کسی کے آگے زانوے تلمذ نہیں کیا۔

سلطان باہوؒ کے ایک خلیفہ ابو صالح موسیٰ المعروف مومن شاہ گیلانی نے آپ کی ایک سو چالیس کتب جمع کیں۔ یہ وہ کتب ہیں جن کا سراغ مل سکا۔

وفات:

۱۱۰۲ھ جمادی الثانی کی یکم تاریخ تھی جمعتہ المبارک ۱۶۹۰ء رات کے تیسرے پہر سلطان العارفینؒ کو رحلت کی گھنٹی سنائی دی وہ تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔عمر بھر فرائض اور سنت نبوی ﷺ کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا تھا تاہم عمر مبارک کے لحاظ سے بھی سنت نبوی ﷺ پر عمل کیا اور ۶۳ برس کی عمر میں راہی

ملک عدم ہوئے موضع قبر گاں شورکوٹ کے قلعے میں مدفین ہوئی۔

حضرت میاں محمد حیاتؒ

قدوۃ العارفین،صوفی با صفا،سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ،نورالدین جہانگیر بادشاہ کے دور حکومت(۱۶۰۵ تا ۱۶۲۷ءعیسوی میں موضع بڈھیال (علاقہ اعوان کاری) میں محمد شریف بن بابر خان ذیلی شاخ بڈھیال قبیلہ ریحان قوم اعوان کے گھر پیدا ہوئے۔یاد رہے کہ موضع بڈھیال تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں تلہ گنگ۔ٹمن روڈ پر واقع ہے۔

موضع بڈھیال کے ۱۸۷۱ء کے محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق بنیاد حصول حقیت و حال تقسیم اولین اراضی اس طرح درج ہے "عملداری اسلام میں مسمی بوڈہا و جودہا مورثان اعلیٰ ہم مالکان قوم اعوان ریحان نے موضع ڈہرنال علاقہ میانوالی سے اٹھ کر موضع ڈہوک انگی کو آباد کیا۔تھوڑی مدت کے بعد وہاں سے اوٹھ کر رقبہ دیہہ ہذا پر جو اُس وقت جنگل اور غیر آباد تھا اپنے اختیار سے تردد کرا کر حسب استطاعت خود اراضی پر علیحدہ علیحدہ قابض ہوئے اور بلحاظ ہونے قبضہ جداگانہ کے دو اطراف ذیل اوپر نام مورثان کے طرف بوڈہال و طرف جودہال مشہور ہوئے"۔

حسب تشریح دفعہ اول کے ہر دو مورثان ہمارے نے موضع ڈہوک انگی سے اوٹھ کر رقبہ دیہہ ہذا میں ایک گاؤں مسمی جمنی والی آباد کیا کہ جس کا تہہ ویران شامل رقبہ مقبوضہ قوم جودہال کے موجود ہے اور مسمی بوڈہا نے اپنے باپ سے علیحدہ ہو کر بفاصلہ دو کوس (تین میل) جانب جنوب و غرب آباد جمنی

والی سے ایک موضع بنام کوٹ شیخ آباد کیا۔ بوڈہا کوٹ شیخ میں آباد ہو کر وہیں فوت ہو گیا اور اولاد اس کی جو بہت ہو گئی تھی انہوں نے یہ گاؤں (یعنی بوڈہال) آباد کیا۔ بعد آزاں قوم جودہل بھی آ کر شامل بوڈہال کے آباد ہوئی اور جو کوٹ شیخ میں رہتے تھے انہوں نے بھی وہ آبادی چھوڑ دی اور سب ایک جگہ آباد ہوئے۔ چونکہ اولاد بوڈہال نے یہ گاؤں آباد کیا تھا اسلئے نام گاؤں کا بنام بوڈہا مورث کے بوڈہال (بڈھیال) مشہور ہوا اور آج تک اسی نام سے نامزد ہے۔

شجرہ نسب:۔ ۱۸۷۱ء کے محکمہ مال کے ریکارڈ، تاریخ بڈھیال مصنفہ محمد غوث اعوان (مرحوم)، زاد الاعوان و باب الاعوان مصنفہ مولوی نورالدین سلیمانی اور معارف الاعوان مصنفہ ابو حسان محمد ریاض انوال اعوان کے مطابق قدوۃ العارفین، صوفی با صفا، سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ، ریحان قبیلے کی ایک ذیلی شاخ بڈھیال اعوان کے چشم و چراغ تھے۔ جبکہ موضع شوہال کے ۱۸۷۲ء کے ریکارڈ میں لکھا ہے کہ "یہ قوم اعوان میانہ اپنے آپ کو قریشی کہلواتے ہیں"۔

روایت ہے کہ آپ نے دینی تعلیم علاقہ گھیبی (پنڈیگھیب) اور علاقہ کھاٹوی (فتح جنگ) سے حاصل کی لیکن کوشش کے باوجود اساتذہ اور مدرسوں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے بعد سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیات صاحب قدس سرّہ، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، صوفی باصفا، صاحب با کمال وسید الجلال حضرت سید عبداللہ المعروف حضرت کاکا صاحب نوشہرویؒ کی بیعت سے مشرف ہو کر باطنی فیض حاصل کیا اور باطنی علم

میں وہ کمال حاصل کیا کہ بے نظیرِ زمانہ ہوئے۔ ملک محمد غوث اعوان مرحوم سکنہ بڈھیال (علاقہ اعوان کاری، تلہ گنگ) لکھتے ہیں کہ باباجیؒ کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اس لئے وہ بچپن میں ہی اپنا گھر بار اور برادری چھوڑ کر ایک بزرگ کے ساتھ چلے گئے تھے اور اُن کے زیرِ سایہ تصوف کی منازل طے کرنے کے بعد خانپور (علاقہ ہری پور) میں اسلام کی نشرواشاعت اور تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے اور بے شمار لوگوں کو روحانی فیض پہنچایا اور آج بھی اُن کا فیض جاری ہے۔

سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ اپنے شیخ کی طرف سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ میں مجاز تھے جبکہ طریقہ اویسیہ بھی رکھتے تھے۔ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی اپنی کتاب روحانی رتون (زبان پشتو) صفحہ ۵۸۹ پر لکھتے ہیں کہ خواجہ محمد حیاتؒ حضرت شیخ رحمکارؒ کے مشہور خلفاء میں سے تھے۔ علاقہ حسن ابدال اور ٹیکسلا میں آپ میاں صاحب مشہور ہیں۔ جبکہ سید عبداللہ شاہ بخاری اپنی کتاب مجمع البرکات (قلمی ۱۱۹۵ھ) میں لکھتے ہیں کہ شیخ محمد حیاتؒ کہتے تھے کہ شیخ رحمکارؒ نے اپنی زندگی میں مجھ سے بڑی ریاضت کروائی جس سے مجھے بہت نفع ہوا۔ بخاری صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ شیخ محمد حیاتؒ حضرت شیخ رحمکارؒ کے معتبر اور اعظم خلفاء میں سے تھے۔ حضرت عبد الحلیم گل متوفی ۱۰۹۶ھ اپنی کتاب مقاماتِ قطبیہ و مقالاتِ قدسیہ کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھتے ہیں کہ شیخ محمد حیاتؒ حضرت شیخ رحمکارؒ کے بارھویں خلیفہ تھے۔ اُن کی زیارت خانپور ضلع ہزارہ (موجودہ ضلع ہری پور) میں واقع ہے۔ جبکہ اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے سرحد میں لکھتے ہیں کہ شیخ محمد حیات صاحبؒ حضرت شیخ

فائنل

رحمکار صاحبؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے جو صاحب زہدو ورع اور مستجاب الدعوات تھے۔سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل نے اپنی کتاب شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کے صفحہ ۱۹۵ پر خلفاء کی فہرست میں پندرھویں نمبر پر آپؒ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ سے جب بھی شادی کی بات کی جاتی تو آپ انکار کر دیتے تھے۔لیکن جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔چنانچہ آپؒ نے دو شادیاں کیں۔پہلی شادی دہلی کے سفر کے نتیجے میں گجرات کی رہنے والی ایک بی بی سے شیخ رحمکارؒ کے حکم پر ہوئی جس کے بطن سے حضرت بی بی رابعہؒ کی پیدائش ہوئی جبکہ دوسری شادی قدوۃ السالکین،زبدۃ العارفین حضرت میاں تاج ولی سرکارؒ مزار پوڑمیانہ جنہوں نے ۲۵ سال تک غوث الثقلین شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے روضہ اقدس پر پانی بھرنے کی خدمت کر کے اویسی طریقے سے فیض پایا اور خلافت حاصل کی) کی بیٹی سے ایک امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد کی جس سے تین بیٹے میاں شرف دینؒ، میاں صدر الدینؒ اور میاں سرفرازؒ پیدا ہوئے اور تینوں بیٹے صاحب کرامت تھے۔اُن میں سے دو بیٹے جوانی میں فوت ہوئے اور صرف میاں شرف دینؒ سے اولاد جاری ہوئی۔

وصال مبارک:۔آپؒ کا وصال شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کے آخری دور حکومت میں تقریباً ۱۱۱۷ھ بمطابق ۱۷۰۶ عیسوی میں موضع شوہال المعروف سوہال علاقہ ہزارہ میں ہوا۔(اِنّا للہ و اِنّا علیہ راجعون) جہاں آپؒ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

آپؒ کے خلفاء میں چند نام ہی معلوم ہو سکے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بی بی رابعہ المعروف بی بی رابوؒ:۔بی بی رابعہ صاحبہؒ سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ کی بڑی اور اکلوتی بیٹی تھیں جو پہلی زوجہ سے ہوئی تھیں ۔ تاریخ بڈھیال مصنفہ ملک غوث کے مطابق بی بی صاحبہ نے اپنے والد صاحب سے خلافت حاصل کی اور آپ صاحب کرامت ولیہ تھیں۔آپ کی شادی بڈھیال میں اپنے والد صاحب کے چچا زاد بھائی محمد عنایت بن ویر خان کے بیٹے سلطان محمد سے ہوئی جس سے آپؒ کا ایک بیٹا میاں ہست پیدا ہوا جس کے نام پر آپ کی اولاد پہلے ہستال اور پھر میال مشہور ہوئی۔بی بی صاحبہ کی وجہ سے موضع بڈھیال کا نام دور دور تک مشہور ہوا۔بی بی صاحبہ کے مریدکی مروت، کالا باغ، بنوں، میانوالی، سرگودھا اور کوہاٹ میں موجود ہیں۔آپ کا وصال ۱۷۶۰ء میں ہوا۔آپ کا مزار آج بھی بڈھیال(تلہ گنگ) میں مرجع خلائق ہے۔پھنسی، پھوڑے اور چنبل کے مریض دعا کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالٰی کے فضل سے شفا پاتے ہیں۔تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ آپؒ کے مزار پر روضہ یعنی گنبد تعمیر کرایا گیا ہے جس کا افتتاح وزیر مذہبی امور جناب پیر امین الحسنات آستانہ عالیہ بھیرہ شریف نے کیا۔

۲۔میاں شرف دینؒ:۔آپؒ سلطان الجلال پیر آف شوہال حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ کے بڑے بیٹے تھے۔آپؒ نے بھی اپنے والد صاحبؒ سے خلافت پائی ۔ آپؒ کے دو بھائی اور بھی تھے جو صاحب کرامت تھے لیکن اُن کا جوانی میں ہی انتقال ہو گیا اور حضرت بابا میاں محمد حیاتؒ کی جتنی بھی اولاد آج موجود ہے وہ میاں شرف دینؒ کی پشت سے ہی ہے۔آپؒ کی اولاد میں کئی صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں۔آپؒ کے دو بیٹے تھے۔میاں عالم شیر اور میاں گل شیر۔ میاں عالم شیر شوہال میں دربار پر سجادہ نشینی کی ذمہ داری نبھاتے رہے جبکہ میاں

فائنل

گل شیر کی شادی حضرت میاں تاج ولی سرکارؒ کے پوتے میاں میر داد کی بیٹی سے پوڑ میانہ میں ہوئی اور وہ پوڑ میانہ میں ہی منتقل ہو گئے اور اُن کی اولاد آج بھی پوڑ میانہ میں آباد ہے۔جبکہ میاں عالم شیر کے تین بیٹے ہوئے ،میاں سید عالم ،میاں بڈھا اور میاں سید محمود المعروف سید جمنی۔میاں سید عالم کا ایک بیٹا اور ایک پوتا ہوا جو لا ولد فوت ہوا۔جبکہ میاں بڈھا کے چار بیٹوں میں سے دو یعنی میاں عبداللہ اور میاں عباداللہ لاولد فوت ہوئے۔تیسرے بیٹے میاں ضیاءاللہ بھی چار پشتوں کے بعد لاولد ہو گئے اور چوتھے بیٹے میاں محمد حسین دربار پر مسند نشینی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔۱۸۷۲ء کے سرکاری ریکارڈ میں آپ کے نام کے ساتھ ''زیارت والے'' لکھا ہوا موجود ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بابا جیؒ کی زیارت کے اصل وارث آپ ہی تھے۔آپ کی وفات پر آپ کا بڑا بیٹا میاں شیر زمان دربار پر مسند نشین رہا اور اُس کی وفات پر بابا میاں محمد عاقل کی اولاد سے میاں رحمت دین دربار کی خدمت پر معمور ہوا اور آج اُس کا پوتا میاں زبیر یہ ڈیوٹی کر رہا ہے۔جبکہ میاں عالم شیر کے تیسرے بیٹے میاں سید محمود المعروف سید جمنی کی شادی بھی پوڑ میانہ میں ہوگئی اور وہ بھی وہاں ہی آباد ہو گئے۔مریدین سے نذرانہ وصول کرنے ،پھروئی کا دم اور منہ کھر کا ئیدٹی کرنے کی ذمہ داری آپ کی اولاد انجام دیتی رہی۔آپ کی اولاد پوڑ میانہ ،بڈھو اور گدوال میں آباد ہے جبکہ آپ کی اولاد سے میاں ظہور صاحب بن میاں محمد مشتاق بن میاں میر حیدر بن میاں میر محمود بن میاں سید محمود المعروف سید جمنی آج بھی خانپور ڈیم پر رہائش پذیر ہیں اور دربار کے مسند نشین ہیں جبکہ میاں محمد عاقب بن میاں ایاز اختر بن میاں محمد اسحاق بن میاں میر حیدر بن میاں میر محمود بن میاں سید محمود المعروف سید جمنی سوشل میڈیا پر دربار کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں

حضرت خواجہ مولانا زین الحق مکھڈیؒ

آبائی وطن:۔ قدوۃ العارفین،فخر العاشقین،فردِ المحبوبین حضرت خواجہ مولانا زین الحقؒ کے والد ینؒ وادیٔ سون کے قدیمی قصبہ انگہ کے رہنے والے تھے۔آپؒ انوال اعوان قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔تذکرۃ الصدیقین اور معارف الاعوان کے مطابق آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے،خواجہ زین الحقؒ بن حافظ امیر گل(مزار شریف ڈھوک غزن ،چکڑالہ) بن میاں مبارک بن میاں عادل خان بن میاں فتح محمد خان بن محبت خان بن سید احمد بن ہست خان بن ہمت خان بن کمال دین بن میاں محمد علی عرف شکراللہ بن اسلم علی

المعروف اسلم شاہ بن مہر علی المعروف مہر علی شاہ عرف سگھرا (کامل ولی)بن شیخ محمد عون قادری (جدِ ثانی انوال اعوان بانی موجودہ انگہ)بن ملا محمد علی عرف منو بن بہادر علی عرف بہاری (بہاری معنی خوش طبع) بن جیون علی بن محمد علی عرف ون (ون معنی اوڑھنی والا صوفی) بن ہیبت علی عرف ہرگن بن مہر علی بن انور علی المعروف انور شاہ (جدِ امجد انوال اعوان)بن مہر علی عرف بدلیس بن بہادر علی عرف بھانو(بادشاہ) بن محمد علی لقب حسن دوست عرف سندروج بن احمد علی لقب بدرالدین بن عبداللہ المعروف دادا گولڑہ بن عون قطب شاہ قادری۔

روایات کے مطابق حضرت خواجہ زین الحق صاحبؒ نے پہلے موضع کفری وادیٔ سون میں مولوی غلام نبی صاحب سے تعلیم حاصل کی۔پھر وہاں سے موضع لیٹی میں مولوی محمد روشن صاحب کے پاس تشریف لائے۔ پھر وہاں سے حضرت مولانا محمد علیؒ کے پاس مکھڈ میں حاضر ہوئے۔حضرت مولانا صاحبؒ

نے کمال شفقت سے اولاد کی طرح حضرت خواجہؒ کی تعلیم وتربیت فرمائی حتّٰی کہ آپ نے تمام علوم ظاہر کو درجہ تکمیل تک پہنچایا۔

ظاہری تعلیم کے بعد حضرت خواجہ زین الحق صاحبؒ حضرت مولانا محمد علیؒ کی بیعت سے مشرف ہوکر باطنی فیض حاصل کیا اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے بھی وظائف اور باطنی فیض سے مستفید ہوتے رہے اور علم ظاہری و باطنی میں وہ کمال حاصل کیا کہ بے نظیر زمانہ ہوئے۔

بعد فراغتِ علمِ ظاہر و باطن کے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے حضرت خواجہ زین الحقؒ کی شادی ملک شاہنواز کی بہن اور ملک گل محمد بن نور خان بن گھیا خان بن محمد حسین بن میاں فتح محمد خان بن محبت خان بن سید احمد بن ہست خان کی بیٹی سے کروا دی اور اپنے پاس اولاد کی طرح رکھا اور حضرت خواجہ زین الحق صاحبؒ نے بھی ساری زندگی اُسی آستانے کی خدمت میں گزار دی۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کے حکم پر اُن کی زندگی میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے آستانہ عالیہ پر سلسلہ تدریس جاری کیا۔آپ کے شاگردوں میں حضرت مولوی خورشید صاحب اور استاد حافظ عبدالقدوس صاحب جوعلاقہ چھچھ کے باشندے تھے کاعلم اظہر من الشمس تھا جوحضرت خواجہ زین الحقؒ کے اکملیت علم کی بیّن دلیل تھے۔

حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے وصال کے بعد حضرت میاں عابد صاحبؒ کوآپ کا خلیفہ مقرر کیا گیا اور اُن کے وصال پر حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ نے زینت الاولیاء حضرت خواجہ زین الحقؒ کومکھڈ سے بلا کر حضرت

مولاناؒ کا قائم مقام و سجادہ نشین مقرر فرمایا اور یہ ذمہ داری آپ نے احسن طریقے سے نبھائی۔

وصال مبارک:۔ حضرت خواجہ زین الحقؒ نے تقریباً ۸۰ یا ۸۴ سال عمر پائی اور ۹۶-۱۲۹۵ھ میں خالقِ حقیقی کو جا ملے اِنّا للہ و اِنّا علیہ راجعون۔

حضرت خواجہ زین الحقؒ کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھی۔آپؒ کی صاحب زادی بی بی غلام فاطمہ عمر میں بھائیوں سے بڑی تھیں۔اُن کی شادی حضرت میاں محمد صاحب سے کر دی۔یاد رہے کہ حضرت میاں محمد صاحب کے والد حافظ محمد محسن صاحب بن مولوی محمد ابراہیم کولڑہ اعوان تھوہا محرم خان سے ترنگ میلہ میں آباد ہوئے تھے۔پھر وہاں سے مکھڈ آئے اور بازار والی مسجد میں درسِ قرآن پاک دینے میں مشغول ہوئے۔میاں محمد صاحب نے حضرت خواجہ زین الحقؒ سے تعلیم حاصل کی اور ساری زندگی اُن کی خدمت میں گزار دی۔یہی وجہ تھی کہ اُن کی شادی حضرت خواجہؒ کی بیٹی بی بی فاطمہ سے ہوئی۔اُن کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔تینوں صاحبزادیاں بچپن میں فوت ہو گئیں۔ایک صاحبزادہ غلام محمد بھی بچپن میں فوت ہوا جبکہ دو بیٹوں حضرت غلام محی الدین اور حضرت مولانا شمس الدین کی اولاد آج بھی مکھڈ شریف میں حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ زین الحقؒ کے سجادہ نشین ہیں۔آپ کی یہ بیٹی حضرت خواجہ صاحبؒ کی حیات میں ہی وصال فرما گئیں تھیں اور بھائیوں میں بڑے بھائی صاحبزادہ سراج الدین صاحب بچپن میں وصال فرما گئے اور دوسرے اور سب سے چھوٹے بھائی صاحبزادہ محکم دینؒ اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۲۷۶ھ میں حضرت صاحب کو داغِ مفارقت دے گئے۔اُن کی قبر روضے سے غربی جانب دیوار کے متصل واقع ہے۔

فائنل

حضرت سلطان ابراہیمؒ ساڑھی والے

حضرت ابراہیمؒ ساڑھی والے معرفت و ولایت کے درجہ سلطانی کے آخری سلطان ہیں۔آپ کا تعلق گولڑہ اعوان قبیلہ سے تھا۔آپ کا شجرہ نسب یوں ہے :۔

سلطان ابراہیم ساہڑی والے بن میاں لعل بن لوڈا خان بن گوہر علی بن محمد غازی بن عمر بن علی محمد بن رستم بن ابراہیم بن جان محمد بن مظہر بن محمد نور بن ابراہیم بن ڈھرا بن محمد علی عرف بدلیس بن بہادر علی بن محمد علی عرف سندروج بن احمد علی بن عبداللہ گولڑہ بن عون قطب شاہؒ

آپ مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں ہو گزرے ہیں۔آپ نے طویل عمر پائی ایک روایت میں آپ کی عمر ڈیڑھ سو سال بتائی جاتی ہے۔

آپ نے کم عمری میں حفظ کیا اور سندھ میں سید محسن شاہؒ کی خلافت میں رہے۔وہاں سے حجاز مقدس تشریف لے گئے مکہ اور مدینہ میں آپ نے لگ بھگ تیس سال قیام کیا اس دوران عراق میں حضرت غوث اعظمؒ کے مقبرے کے قریب چلہ کشی کی۔وہاں سے وطن واپسی پر جنوبی پنجاب کے علاقوں جتوئی، اور دریشک میں رہے مدت تک حضرت صدر الدین شاہؒ دین پناہ کے دارے میں رہے۔سکھوں نے تنگ کیا تو دریائے سندھ کے کنارے رہائش اختیار کی۔

ایک روایت ہے کہ آپ کو اس جگہ ٹھہرنے کا حکم ہوا جہاں پہاڑ کی چوٹی سے پتھر چاروں اوٹ لڑھک سکے۔آپ اپنی منزل کی تلاش میں انب شریف پہنچے تو اپنا مطلوبہ پہاڑ مل گیا،یہاں قیام فرمایا۔ڈیرہ پنڈوال کے قریب ایک

محلہ ہے جہاں آپ چلہ فرماتے تھے۔آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔

انب شریف میں ہندووں کی اکثریت تھی ایک بار ہندو گنگا میں اشنان کے لئے وسطی ہند جا رہے تھے سلطان ابراہیمؒ نے انہیں وہاں جانے سے منع کیا کہ اتنے دور جانے کی کیا ضرورت ہے اللہ پاک یہاں ہی پاک چشمہ نکالے گا، آپ نے اپنا عصا مبارک زمین میں مارا وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، ہندووں کی اکثریت نے وہاں اسلام قبول کرلیا۔

حضرت سلطان ابراہیمؒ کئی بھٹکے ہوئے لوگوں کوراہ راست پر لائے۔آپ کا مزار مبارک انب شریف میں مرجع خلائق ہے وہاں ہر سال یکم اور دو ذی الحجہ کوعرس منایا جاتا ہے۔

حافظ میاں محمد الیاسؒ

آپ موضع چھنہ کے نہایت نامور بزرگ ہو گزرے ہیں۔آپ اورنگ زیب عالمگیر کے ہم عصر تھے۔روایت ہے کہ عالمگیر آپ کو یہاں ملنے آیا تھا۔انہوں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی دوران نماز ایک واقعہ پیش آیا جس میں پہلے عالمگیر نے نماز توڑی بعد میں حافظ محمد الیاسؒ نے ان کی اقتدا میں نماز توڑ دی معرفت کی بات یہ تھی کہ دونوں تخیل میں دربار رسالتؐ پہنچے تھے اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے یہاں کا مالیہ معاف کر دیا۔اس کے علاوہ مشہور ہے کہ آپؒ کے مزار پر شیر اور شیرنی ہر جمعرات حاضری دیتے ہیں۔

آپ نے دو شادیاں کیں پہلی شادی میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں بعد میں بیوی بچے سب فوت ہو گئے ساٹھ سال سے زائد عمر میں پہنچے تو دوسری

شادی کی۔ حافظ محمد الیاسؒ نے دو منزلہ عمارتوں اور چوپال بنانے سے منع فرمایا تھا۔ آپ اعوان قبیلہ کے چشم و چراغ تھے آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔

حافظ محمد الیاس بن میاں فتح اللہؒ بن مسعود بن سارنگ بن خان بیگ بن نور احمد بن حبیب اللہ بن بہاول دین بن قتال دین بن ساجد بن صاحب خان بن مقیم بن بابا ڈھرا بن محمد علی عرف بدلیس بن بہادر علی بن محمد علی عرف سندروج بن احمد علی لقب بدر الدین بن عبداللہ گولڑہ بن عون قطب شاہؒ

حضرت محمد عظیم المعروف بابا بوندی سرکار نلی شریفؒ

شیخ طریقت رہبر شریعت سلطان الفقراء عاشق یزدان المست فی التوحید قبلہ عالم حضرت بابا بوندی سرکارؒ کا اصل نام محمد عظیم تھا اور بوندی اسم عطا کردہ مرشد پاک کا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ بوند کرم ہو، اس وجہ سے بوندی کے اسم مبارک سے مشہور ہوئے۔

نسب کے لحاظ سے آپؒ کندلان اعوان تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۱۴ء بمطابق ۱۲۳۴ھ موضع نلی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں محمد اور والدہ کا نام مائی خان بی بی تھا۔ بچپن میں ہی والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تو آپ کو ننھیال سوڈھی جانا پڑا جہاں مسجد میں قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ دس بارہ سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوا تو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔

وہ مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ چنانچہ ایک ذاتی کام کے سلسلے میں وادی نمل میں موجود بزرگ حافظ محمد عظیمؒ کے ہاں جانے کے لئے

رخت سفر باندھا، بابا بوندیؒ کے نمل پہنچنے سے پہلے حافظ صاحب پردہ فرما چکے تھے۔البتہ بابا بوندیؒ جس مقصد کے لئے حاضر ہوئے تھے وہ پورا ہو گیا۔

بابا بوندیؒ مسجد میں سو رہے تھے کہ حافظ صاحبؒ نے آپ کو خواب میں شرفِ ملاقات بخشی اور پاس بٹھا کر دستِ شفقت آپ کے جسم پر پھیر کر بیعت فرمایا۔

آپ وادی سون اور دامن کوہ سے خوبصورت پتھر کندھے پر اٹھاتے اور نمل لے جاتے تاکہ ان سے مزار مبارک تعمیر کیا جا سکے۔واضح رہے تلی سے نمل کا فاصلہ لگ بھگ پچاس کلومیٹر ہے جو بابا بوندیؒ پتھر اٹھا کر پیدل طے کرتے۔مزار کی تعمیر شروع کی تو آپ کی زوجہ محترمہ بھی آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ایک شب جب مزار کے متولی وغیرہ چلے گئے تو بابا بوندیؒ نے قبر کشائی کر کے مرشد کی زیارت کا ارادہ فرمایا اور زوجہ محترمہ کو باہر نگرانی پر معمور کر کے خود قبر کھودنی شروع کر دی جب پتھر سامنے آ گئے تو ایک پتھر ہٹایا اور قبر سے نور کی کرن آپ کے چہرے پر پڑی اور آپؒ بے ہوش ہو گئے۔تھوڑی دیر بعد جب آواز آنا بند ہوئی تو مائی صاحبہ نے جا کر دیکھا تو قبر مبارک میں سے نور کی کرنیں نکل رہی تھیں اور بوندی سرکار بے ہوش پڑے تھے۔بابا بوندیؒ کو سات دن کے بعد ہوش آیا۔ہوش میں آنے کے بعد بابا بوندی نے اپنی زوجہ محترمہ کو فرمایا کہ میں اب آپ کے کام کا نہیں رہا لہذا آپ کو آزاد کرتا ہوں۔چنانچہ سسرال کے گاؤں جا کر شرعی آزادی دے کر واپس لوٹ آئے اور مزار پر سکیسر کے جنگلات سے لکڑیاں کاٹ کر لے جاتے اور لنگر جاری رکھا۔یوں بقیہ زندگی تصوف کے لئے وقف کر دی۔آپ کی لا تعداد کرامات ہیں اور فیض آج بھی

فائنل

جاری ہے۔ راقم کے پڑدادا شاہنواز (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے) کی اولاد نہ تھی آپ تلی شریف تشریف لے گئے، بابا بوندیؒ نے دعا فرمائی اور فرمایا، اللہ پاک اولادِ نرینہ عطا فرمائے گا اور اس کا نام ہم رکھیں گے۔ اللہ پاک نے دعا قبول فرمائی اور میرا دادا غلام محمد پیدا ہوا جس کا نام بابا بوندیؒ نے تُرکا رکھا اس نام میں کیا حکمت تھی یہ اللہ ہی جانتا ہے البتہ عمر بھر یہی نام مقبول رہا اور بعد از وفات ہماری شاخ بھی ترکا کے نام سے مشہور ہوئی۔ ترکا لفظ کے متعلق یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بابا غلام محمد ترکا ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے اور یہ زمانہ تحریک خلافت کا زمانہ تھا اور سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیئے گئے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ شاید یہی وجہ ہو یہ نام رکھنے کی۔

بابا بوندیؒ ختم نبوت ﷺ کے مجاہد تھے۔ جب ہندوستان میں فتنہ مرزائیت / قادیانیت جنم لے رہا تھا تو ان کی سرکوبی کے لئے پیر مہر علی شاہؒ سر گرم عمل تھے اور جن دنوں وہ دامن کوہ آئے بابا بوندیؒ کا جوش و جذبہ اتنا قابل دید تھا کہ پیر مہر علی شاہؒ بہت متاثر ہوئے جس کی وجہ سے آپؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کا ذکر ان کی سوانح حیات مہر منیر میں بھی موجود ہے۔

بابا بوندیؒ پر لکھنے بیٹھیں تو ان کے حالات زندگی پر کئی کتب لکھی جا سکتی ہیں لیکن یہاں اِس کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اُن کے سجادہ نشین صاحبزادہ شاہ سلطان صاحب نے ریاض الاویسیہ کے نام سے بابا بوندیؒ کے حالات زندگی پر ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں آپ کے حالات زندگی کا بہترین احاطہ کیا گیا ہے۔ بابا بوندیؒ علاقہ سون و دامن کوہ کا وہ نایاب ہیرا تھے جن کی چمک آج بھی علاقے میں محسوس کی جاتی ہے۔

حضرت سخی محمد خوشحالؒ

آپ کا نام محمد خوشحالؒ تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے البتہ تاریخ وفات ۱۱۳۴ھ بتائی جاتی ہے۔آپ دھدھڑ کی اعوان برادری کے چشم و چراغ تھے، آپ کا شجرہ نسب محمد خوشحال بن جمعہ بن میرو[امیر] بن سارنگ بن مسعود بن جلا[جلال] بن جیرک[جیوندک] بن سکرل[سیداللہ] بن دل چی بن جھام[نظام] بن نڈھا[بڈھا] بن گوندل[گوہرعلی] بن عبدالرب بن وارث علی ، بن جوگن علی بن محمد دیوان بن دیوان علی بن سرخرو بن پیر مدھو[محمودعلی] بن طور بن احمدعلی بن عبداللہ گولڑہ بن عون قطب شاہؒ۔آپ کی سخاوت کے متعلق ایک روایت ہے جوتقریباً وادی پر لکھی جانے والی سبھی کتب میں شامل کی گئی ہےروایت کچھ یوں ہے کہ قحط کا زمانہ تھا آپ علاقہ پکھو میں گندم لینے جارہے تھے کہ نالہ گھبیر پر پہنچے تو ایک فقیر کوگرم ریت پر لیٹے ہوئے پایا۔ آپ نے اس بزرگ پر اپنی چادر سے سایہ کیابزرگ جب نیند سے بیدار ہوئے تو سفر کا قصد دریافت کیا حضرت سخی محمد خوشحالؒ نے تفصیل بتائی تو اس بزرگ نے بوری میں ریت بھرنے کوکہااور تاکید کی کہ گندم ذخیرہ کرنے والی سکار میں ڈال کر منہ بند کر دینا اور نیچے سے گندم نکالنا۔حضرت سخی محمد خوشحالؒ نے ایسے ہی کیااور لوگوں کو اتنی گندم ملی کہ یقینی قحط سے نجات ملی،ان کی اس سخاوت کی وجہ سے نام سخی پڑ گیا۔

آپ کا مزار کھبیکی دھدھڑ روڈ پرجھیل کےمغرب میں واقع ہے جہاں ہر سال ۱۵ ہاڑ بمطابق ۲۸ جون میلے کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں قوالی کےعلاوہ

فائنل

بیلوں کی دوڑ اور نیزہ بازی کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ دور دور سے عقیدت مند اور بالخصوص آنکھوں کی مرض میں مبتلا لوگ مزار پر جمعہ کو حاضری دیتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت شفا دیتے ہیں۔

روایات کے مطابق دلی کے مسلمان بادشاہوں کے دور میں ایک بار سون سکیسر کے دو علاقوں یعنی مغرب کی جانب والے علاقے سون اور مشرق کی جانب والے علاقے یعنی سیہ میں لڑائی چھڑ گئی اور اتفاق سے یہ لڑائی حضرت سخی صاحب کے مزار کے نزدیک جنوب میں ہوئی۔ آپؒ کا مزار سیہ کے علاقے میں شامل ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لڑائی زوروں پر تھی تو آپؒ اپنے مزار سے ناف تک نمودار ہوئے اور ایک زوردار للکار لگائی۔ اِس لڑائی میں اگرچہ سون والوں کی تعداد سیہ والوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی لیکن وہ اس آواز سے اتنے خوفزدہ ہوئے کہ راہ فرار اختیار کر لی۔

سلطان حاجی احمد اویسیؒ

حضرت سلطان حاجی احمد اویسیؒ وادی سون کے گاؤں اوچھالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے ہے۔ آپ سلسلہ اویسیہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو غائب سے اشارہ ملا کہ آپ پیران پیرؒ کے پاس آئیں۔ آپ بغداد تشریف لے گئے وہاں چھ سال رہے، اس کے بعد حرمین شریف تشریف لے گئے وہاں ۱۲ سال تک قیام کیا۔ وہاں سے واپسی پر اچھالہ میں لوگوں کو فیض یاب کرتے رہے۔ آپ نے ۸۵ سال کی عمر میں ۱۷۱۵ء بمطابق 1134ھ میں وفات پائی آپ کا مزار شریف اچھالہ میں ہی مرجع خلائق

ہے۔ آپ کا عرس ہر سال 10 ہاڑ کو موضع او چھالہ میں منایا جاتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر نسب نامہ کچھ اس طرح ہے :۔

حضرت سلطان میاں احمد اویسی بن میاں فتح محمد بن میاں علی محمد بن میاں عادل بن میاں شاہ محمد بن میاں متھ بن میاں دوست محمد بن میاں اسماعیل بن میاں لدھا بن میاں بڈھا بن میاں کوندل بن میاں میاں عبدالرب بن میاں وارث علی، بن میاں جوگن علی بن میاں محمد دیوان بن میاں دیوان علی بن میاں سرخرو بن میاں پیر مدھو بن میاں طور بن میاں احمد علی بن میاں عبداللہ گولڑہ بن عون قطب شاہؒ۔

سلطان مہدیؒ

سلطان مہدیؒ کا تعلق ان پانچ سلطانوں سے ہے جنہوں نے وادی سون میں اسلام کی تعلیمات عام کیں۔ آپ کا نام مہدی اور لقب سلطان والایت کی وجہ سے مشہور ہوا۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے ہے۔ آپ اپنی قوم کو ہمیشہ نصیحت کرتے کہ ڈھن بمبور کا احترام کریں لیکن ان کی قوم کی بدنصیبی انہیں لے ڈوبی۔ آج بھی وہاں آبادی کے آثار ہیں اور مسجد کے آثار بھی ملتے ہیں۔ موجودہ بھنا کہ نئی جگہ آباد ہے پرانا نام بھیسن ہے۔

مزار سے کچھ فاصلے پر ایک غار ہے جہاں پر سلطان مہدیؒ نے چلہ کیا۔ آج بھی عقیدت مند وہاں چلہ کشی کے لئے آتے ہیں۔

سلطان مہدیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ شہنشاہ ہند اکبر کے زمانے میں اٹک پل کی تعمیر شروع ہوئی لیکن پانی کے تیز بہاؤ کے باعث مشکل پیش آرہی تھی۔ کسی

صاحب نظر نے سلطان مہدیؒ کی خدمات لینے کو کہاوہ صاحب جب سلطان مہدیؒ کے پاس پہنچے تو سلطان مہدیؒ کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے کھیت کے چاروں کونوں پر کوزے رکھے تھے اس شخص کا قصد سن کے اپنی باطنی طاقت سے وہاں پہنچے پانی کو حکم دیا اور پانی اٹک گیا یعنی رک گیا۔اسی مناسبت سے اُس جگہ کا نام اٹک پڑ گیا۔

خواجہ شمس الدین سیالویؒ

خواجہ شمس الدین سیالویؒ 1214ھ کو سیال شریف موجودہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی میاں محمد یار تھا۔آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے ہے، آپ زمان علی کھوکھر کی اولاد سے ہیں۔آپؒ نے 36 سال کی عمر میں اپنے شیخ سے خلافت پائی اور تقریباً نصف صدی تک لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔آپؒ دربار عالیہ شاہ سلیمان تونسویؒ المعروف پیر پٹھان سے بیعت تھے۔آپؒ کے خلفاء کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن میں سے مشہور پیر سید مہر علی شاہ آف گولڑہ شریف، پیر امیر علی بھیرہ شریف، سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری، مولوی فضل الدین چاچڑوی، مولوی غلام قادر بھیروی، سید نور دین بخاری گجراتی، سید سکندر شاہ پشاوری، سید حیات شاہ، مولوی معظم الدین مرولوی، مولوی عبدالعزیز بگوی، مولانا غلام محمد وغیرہ شامل ہیں۔آپ کی اولاد میں خواجہ قمر الدین سیالویؒ مشہور بزرگ ہو گزرے ہیں۔اور موجودہ سجادہ نشین خواجہ حمید الدین سیالوی لوگوں کی رہنمائی میں مصروف عمل ہیں۔

آپؒ کا شجرہ مبارک یہ ہے، خواجہ شمس الدین بن میاں محمد یار بن میاں

محمد شریف بن میاں برخوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی بن جان محمد بن سعد اللہ بن دولت بن لنگر بن صالح محمد بن غلام محمد بن عظمت بن سلطان بن اللہ دتہ بن مقصود بن شیخ بن سارنگ بن کمال بن یعقوب بن ہمت بن وریام بن سنجر بن ملائم بن گورکج بن اچھر بن عثمان بن ماہی بن جہانب بن صاحب بن چھتہ بن رسالو بن ہندال بن سال (سیال) بن سانڈر بن گورا بن چیت بن کوڈ بن بجن بن زمان علی

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کا عرس ہر سال 24-22 صفر آستانہ عالیہ سیال شریف منایا جاتا ہے۔

حضرت بابا سجاولؒ

حضرت بابا سجاولؒ مزمل علی کلغان کی اولاد سے ہیں اور دستیاب شجرہ جات میں ان کا شجرہ چھٹی پشت میں کلغان سے ملتا ہے۔ آپ کا موجودہ مزار شہلیہ ضلع مانسہرہ میں ہے۔ جو تربیلہ ڈیم کی وجہ سے 1974ء میں منتقل کیا گیا۔ آپ کے اجداد علاقہ کہوں تحصیل چوا سیدن شاہ سے ہزارہ منتقل ہوئے۔ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ آپ یتیم پیدا ہوئے۔ آپ کے متعلق بہت سی روایات منسوب کر دی گئی ہیں اور ان کی اولاد کے دعویداروں کی تعداد میں لاکھوں میں ہے۔ جو تحقیق طلب ہے۔

کاکوٹ ایبٹ آباد کے حاجی سمندر خان اعوان نے 1968ء میں "بابا سجاولؒ" کا یہ شجرہ شائع کیا۔ سجاول بن پیو بن موپال بن کالا خان بن کابل بن سانس بن خلیل خان بن کلگان بن قطب شاہ بن قاسم یعلیٰ بن حمزہ ثانی بن طیار

بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ شیر خدا"۔(پرنٹر و پبلشر، اورنگ زیب اعوان ولد سمندر خان اعوان ،مطبوعہ تعمیر پرنٹنگ پریس،سید پور روڈ راولپنڈی)

حافظ رحمت اللہ

روایات کے مطابق حافظ رحمت اللہ کا تعلق علاقہ پکھڑ موضع لاوہ سے تھا،آپ اعوان قبیلہ کے چشم و چراغ تھے آپ حضرت شاہ عیسیٰ آف بلوٹ شریف کے شاگرد و مرید تھے۔چونکہ آپ کا دل تصوف کی طرف راغب تھا اس لئے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد کے حکم پر اجمیر شریف تشریف لے گئے، واپسی پر انگہ کے پرانے قبرستان کے قریب ڈیرہ لگایا اور چلے میں مصروف ہو گئے۔ یہاں آپ کی چلہ گاہ،مسجد اور مزار اس وقت بھی مرجع خلائق ہیں۔

آپؒ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ آپ کی اولاد میں حضرت بابا میاں غوث اور بابا میاں وزیر بھی بہت بڑے ولی گزرے ہیں۔آپ کی اولاد کوٹلی، میانی شریف، ڈھرنال، لاوہ، ملتان خورد اور ڈھوک مونڈ پنڈی گھیپ میں آباد ہے کوٹلی حضرت حافظ رحمت اللہ کا ہی آباد کردہ گاؤں ہے۔ حضرت حافظ رحمت اللہ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

"حضرت حافظ تخیؒ رحمۃ اللہ بن حضرت حافظ عثمان المعروف شیخ اکبرؒ (مدفن غربی قبرستان اوگالی) بن نظام الدین عرف جھام بن شیر شاہ بن چنن دین بن میاں عبداللہ بن باغ علی عرف بیگ بن مہر علی بن شیر علی بن اجمل دین بن

سکندر علی عرف وڈھو بن سجاول علی بن طاہر علی بن محمود علی المعروف سلطان سارنگ بن محمد علی عرف سندروج بن احمد علی لقب بدر الدین عرف بدھو بن حضرت عبداللہ گولڑہ بن حضرت عون قطب شاہ بغدادیؒ"

حضرت خواجہ محمد کرم حسین حنفی القادریؒ

آپ عہد حاضر کی ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے ۔ولادت یکم شوال 1359ھ کو ضلع میانوالی کے ایک گاؤں "نواں" میں ہوئی۔ آپ کندلان اعوان قبیلہ سے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔

حضرت محمد کرم حسین بن خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری بن خواجہ یار محمد بن مولانا غلام محمد بن محمد اعظم بن خان محمد بن غلام محمد بن احمد بن شہباز بن محمد صدیق بن حسن بن عمر بن فیروز بن غازی بن برخوردار بن قیصر خاں بن بہادر علی عرف بہادر ڈھیر بن جہاں خاں عرف جہانیاں بن تختر علی بن مہر علی بن مانک علی عرف مالک بن رحمان علی بن بدیع الدین بن محمد عالم الدین عرف سکن شاہ بن محمد شاہ کنڈان بن عون قطب شاہؒ (تجلیات کرم: ۵٦)

آپ کے والد حضرت خواجہ حافظ گل محمد علوی قادری فرمایا کرتے "میرا یہ بیٹا مادری ولی اللہ ہے"۔ آپ ابھی بچے تھے کہ والد ماجد نے اپنے مرشد کامل حضرت سید سردار علی شاہ دہڑوی کے حکم پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے میناوالی سے جھنگ ہجرت فرمائی، اور بلوآنہ شریف کو اپنی تبلیغ وارشاد کا مرکز بنایا۔ ان دنوں یہ علاقہ رہزنی اور جرائم کا مرکز تھا، اللہ کے ولی نے اپنی پُر اثر اور محبت بھری تبلیغ سے اس علاقہ کی قسمت بدل ڈالی۔ قیام پاکستان کے وقت اگر چہ آپ

نوعمر تھے لیکن اپنے والد حضرت خواجہ حافظ گل محمد اور مرشد حضرت سید سردار علی شاہؒ کی تربیت نے تحریک پاکستان کا مجاہد بنا دیا۔

آپ نے آٹھویں تک تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 175 میں حاصل کی دینی تعلیم لاہور سے آئے ہوئے ایک نامور عالم دین مولانا حافظ محمد ریاض سے حاصل کی۔ آپ نے "مولوی فاضل" کا کورس مکمل کیا۔ استاد محترم نے عربی، فارسی اور اسلامی فقہ کی اہم کتب آپ کو پڑھائیں اور مزید تعلیم کے لئے خود ہی کہہ دیا کہ اب ضرورت نہیں۔ آپ کے لئے یہی کافی ہے۔ تصوف و سلوک کی تعلیم آپ نے والد ماجد اور پیر و مرشد سے حاصل کی، آپ کی بیعت و خلافت حضرت سید سردار علی شاہ دہڑوی سے تھی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ "ایک دن یہ جہان کا پیر ہوگا"۔

آپ کے والد ماجد نے اپنے وصال سے ایک روز قبل تمام اہلِ خانوادہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی فرمائی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ کے والد ماجد اور مرشد کامل اکثر فرمایا کرتے تھے، جس نے ہمیں دیکھنا ہو وہ کرم حسین کو دیکھے، اس میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ آپ کے بزرگان نے فقر و ولایت کا جو چشمہ آپ کے وجود مسعود میں دیکھا تھا وہ اس طرح جاری ہوا کہ ہزارہا مخلوق خدا آپ کے فیوض و برکات سے سیراب ہوئی۔ حضور قبلہ عالم بائیس سال بلوآنہ شریف اپنے والد ماجد کی مسندِ ارشاد پر فائز رہے پھر چھوٹے بھائیوں سے ناراض ہو کر سب کچھ چھوڑ دیا اور بے سروسامانی کے عالم میں منگانی شریف ہجرت فرمائی۔

آپ کے وجود مسعود سے ایک نئی خانقاہ قائم ہو گئی اور ہزاروں لوگ اس چشمہء فیض سے سیراب ہونے لگے۔ مفتی نصیر الدین نصیر اپنے ایک مقالہ

میں لکھتے ہیں "سینکڑوں سالہ جدوجہد کے بعد جو مقام کسی آستانہ کو حاصل ہوتا ہے وہ مقام منگانی شریف کو چند سالوں میں حاصل ہو گیا"۔

دین اسلام کی تبلیغ واشاعت آپ کی حیات طیبہ کا اہم ترین مشن تھا۔ آپ اس مشن کے ساتھ اس قدر مخلص تھے کہ زندگی کی آخری سانس تک اس جدوجہد میں مصروف عمل رہے۔ منگانی شریف ہجرت کے بعد یہاں دارالعلوم بھی قائم فرمایا جس سے سینکڑوں بچوں کو حفظ قرآن کی دولت نصیب ہوئی۔ یہ مدرسہ 1976ء سے تا دم تحریر اسی آن بان سے جاری ہے۔ وصال سے کچھ سال قبل علالت کی وجہ سے جھنگ صدر میں اپنی اراضی پر قیام رہا تو وہاں بھی ایک مدرسہ قائم فرمایا جو تا حال جاری ہے۔ آپ کی روحانی برکات اور وعظ ونصیحت سے ایک کثیر تعداد میں جرائم پیشہ افراد نے توبہ کی اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے۔ الغرض آپ نے اس خلوص ومحبت سے تعلیماتِ اسلام کا پرچار کیا کہ سینکڑوں غافل، بےعمل مسلمانوں کو نگاہِ ولایت سے پاکیزہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھا دیا۔

آپ کی نشست وبرخاست، ظاہر وباطن، بلکہ ہر بات قرآن وسنت اور پیرویِ اسلاف کا مکمل نمونہ تھی آپ فرمایا کرتے جو نماز نہ پڑھے وہ میرا مرید نہیں، ہمارے سلسلہ کا مرید غیر شرعی کام سے بالکل پرہیز رکھے اور دنیاوی لغویات سے بھی اجتناب کرے، دنیا کو دل سے نکال دے پھر میرے پاس آنا۔ فقرِ محمدی کا حامل سوال نہیں کرتا، ذاتِ حق ہمارے اندر موجود ہے لیکن بغیر مرشد کے دیکھنا ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب بتوں سے ناپسندیدہ ترین بت نفس پرستی ہے جو توحید کے صحیح ادراک کو انسان سے سلب کر لیتی ہے۔ میری قبر کے سامنے کسی کو سجدہ نہ کرنے دینا، مصلے کو ہرگز نہ چھوڑنا یعنی دائمی عبادت کا

طریقہ اختیار کریں۔ جو روپیہ پیسہ کو راہِ حق میں ختم کرتا ہے وہ اپنے نامہ اعمال میں سے لفظ جہنم ختم کرتا ہے۔ ہر اس چیز سے محبت نہ کرو جو تمہیں خدا اور رسول سے دور لے جائے۔موحد کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو توحید کے منافی ہو۔آپ کے احوال و آثار پر معروف کتب میں ،لحاتِ کرم، عرفانِ کرم، ابر کرم، فیضان کرم شامل ہیں۔ روبینہ آمنہ نے ایم فل اردو کا مقالہ بعنوان پیر محمد کرم حسین حیات وخدمات لکھا۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ فرمایا کرتے ''پیر کرم حسین اور میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ایک جان دو قالب کے مترادف ہیں''۔حضرت پیر کرم شاہ الازہری سے نقل ہے ''پیر کرم حسین ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ میں نے ان جیسے اولیاء بہت کم دیکھے ہیں''۔آپ کی اولاد میں پیر محمد مظہر حسین، پیر محمد اختر حسین اور پیر محمد طاہر حسین ہیں۔ حضرت پیر کرم حسین نے 2جون 1991ء کو مدرسہ قرآن محل جھنگ میں وصال فرمایا۔ جہاں ہر سال یکم ، 2جون اور یکم، 2نومبر کو سالانہ عرس کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔

حضرت میاں محمد عیسیٰؒ

میاں محمد عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ وادی سون سکیسر کے ایک با شرع عالم اور ایک بہت بڑے ولی کامل تھے۔آپ کا مدفن موضع دھدھڑ وادی سون سکیسر میں حضرت سخی محمد خوشحالؒ صاحب کے مزار مبارک سے شمال مشرق جانب موضع دھدھڑ کے راستے میں ایک چھوٹی سی چاردیواری میں ہے۔جواب خستگی کی طرف گامزن ہے۔حضرت سخی محمد خوشحال رحمتہ اللہ علیہ نے آپکی تدفین کے بعد خواب

میں اپنے کسی عقیدت مند بزرگ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو میری قبر پر سلام کے لئے آئے وہ ضرور حضرت میاں عیسیٰؒ صاحب کی قبر پر بھی حاضری دے۔

میاں صاحبؒ موضع کھبکی میں جامع مسجد والی جگہ پر مقیم تھے اور اس جگہ چونکہ ہرل بکثرت پائے جاتے تھے، جس کی وجہ سے اس جگہ کو ہرملاں والی چاڑھی کہا جاتا تھا۔ قرآن حکیم سے آپ کو بے پناہ محبت تھی، یہاں تک کہ وہ روزانہ پندرہ سپارے ختم کیا کرتے تھے اور اس طرح دو دنوں میں قرآن پاک ختم ہو جاتا تھا۔ آپؒ نے مختلف جگہوں پر چلہ کشی فرمائی اور وہیں معتکف رہے۔ باغ بابا محمد کامل میں آپؒ کی چلہ گاہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت سید شاہ بلاول صاحب آف ونده شاہ بلاول شریف نے اپنی زندگی میں وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ میاں عیسیٰؒ صاحب پڑھائیں گے۔ حضرت سید شاہ بلاول صاحب جنوبی پنجاب میں وفات پا گئے تھے اور آپؒ کا جسدِ خاکی تجہیز و تکفین کے لئے موضع انگہ وادی سون لایا گیا اور میاں صاحب کو وہاں جنازہ پڑھانے کی دعوت دی گئی۔ موضع انگہ اور موضع ونده شاہ بلاول دونوں موضعات آپکی نسبت سے ونده شاہ بلاول اور انگہ شاہ بلاول کہلاتے ہیں، وفات کے بعد انگہ شاہ بلاول اور ونده شاہ بلاول کے مریدین میں ٹھن گئی کہ مزار ہمارے گاؤں میں بنے گا۔ جب وجہ نزاع میاں صاحب تک پہنچی تو آپؒ نے فرمایا پہلے نماز جنازہ کی ادائیگی کر لیں پھر یہ فیصلہ بھی ہو جائیگا کہ حضرتؒ صاحب کو کہاں دفن کرنا ہے۔ میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور موضع انگہ کے لوگوں سے چارپائی اٹھانے کو کہا۔ انگہ کے کافی طاقتور لوگوں نے زور لگایا مگر چارپائی کو نہ اٹھنا تھا نہ اٹھ سکی۔ اب آپؒ نے ونده شاہ بلاول کے لوگوں سے کہا کہ اب تم آؤ اور چارپائی اٹھاؤ، اگر تم سے بھی نہ اٹھ سکی تو پھر میں فیصلہ کرونگا کہ تدفین کہاں

کرنی ہے۔غرض دندہ شاہ بلاول کے لوگ آ گے آئے اور حضرتؒ صاحب کے جسد مبارک کو پھولوں کی ڈالی کی طرح اٹھالیا،اس طرح میاںؒ صاحب نے انکو حضرت صاحب کی تدفین دندہ شاہ بلاول میں کرنے کی اجازت دیدی۔ بہت بڑا اختلافی معاملہ آپکے تدبر اور معاملہ فہمی سے حل ہوگیا۔جس پر دونوں فریقین نے باہمی خوش اسلوبی سے اتفاق کرلیا ورنہ خون خرابہ ہونے کا بہت بڑا احتمال پیدا ہو گیا تھا۔

کھبیکی گاؤں پہلے کروڑے متھر وڑے والی پہاڑی پر تھاجو کہ موجودہ کھبیکی کے جنوب میں واقع ہے۔کھبیکی کے عمائدین نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ ہم دھاڑوں (ڈاکوؤں کے حملوں سے) سے محفوظ ہو جائیں۔آپ نے ان کو مشورہ دیا کہ میں ہرملاں والی چاڑھی سے دست بردار ہوتا ہوں اور تم اپنا گاؤں یہاں آباد کرلواور کروڑا متھر وڑا اور کھبیکی کی شمالی پہاڑی پر اپنی حفاظتی چوکیاں بناؤ۔یوں کھبیکی گاؤں موجودہ جگہ پر آباد ہو گیا اور آپ کی رہائش والی جگہ پر جامع مسجد کھبیکی کی بنیاد رکھی گئی۔اس مسجد میں ڈاکٹر ملک محمد شیر صاحب کے گھر کے عقب ایک کچی دیوار جو کہ کچھ سالوں پہلے تک موجود تھی،مسجد کے توسیع کام کی وجہ سے مسمار کرنی پڑی۔میاں صاحب اس دیوار پر بیٹھے تلاوت کلام پاک کر رہے تھے کہ اطلاع آئی کہ مغربی جانب سے دھاڑ پڑ گئی ہے اور جناب حضرت سخی محمد خوشحال صاحب بھی اپنی آخری آرامگاہ سے کمر تک باہر آ گئے ہیں اور حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔میاں صاحب نے فرمایا پھر ہماری وہاں ضرورت ہے اور دیوار کو ایڑ لگا دی کہ یہی ہمارا گھوڑا ہے اور جاتے ہوئے سانپ کو پکڑ کر کوڑا بنالیا۔حملہ آوروں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔اور یہ علاقہ ہمیشہ کے لئے دھاڑوں سے

محفوظ ہو گیا۔آپ کی نسل پاک میں کئی ولی اللہ تولد ہوئے جن میں مشہور بابا محمد پناہ جو کہ مادرزاد ولی تھے۔دوسرے مولوی غلام احمد صاحب جو کہ بلند پایہ حکیم اور علوم وفنون کے ماہر تھے۔آپ مہاراجہ جموں کشمیر کے مشیر مالیات اور مشیر صحت بھی رہے تھے۔جناب پیر سید مہر علی شاہؒ صاحب نے آپ سے خوشخطی کی تربیت حاصل کی تھی جسکا باقاعدہ ذکر جناب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی سوانح عمری "مہر منیر" میں موجود ہے۔۔مولوی صاحب کا ارادت مندی کا تعلق حضرت سلطان حاجی احمدؒ اوچھالہ والے سے تھا۔مولوی صاحب کے ایک بھائی کا نام حاجی احمد صاحب کے نام پر رکھا گیا تھا جو اپنے دور میں کفری سے کٹھہ تک مفتی اعظم تھے،ان کی مہر کے بغیر کسی مفتی کے فتوے کو سرکاری طور پر پذیرائی نہ ہوتی تھی اور موضع اوچھالہ وادی سون سکیسر کے حضرت سلطان حاجی احمدؒ صاحب ہی کے ایک پوتے کا نام آپ کے نام پر مولوی غلام احمد رکھا گیا تھا جس کا ذکر آپ نے ملک امجد اعوان سے فرمایا تھا جو کہ ملک صفدر حیات کے چھوٹے بھائی ہیں اور موضع کھبیکی وادی سون سکیسر میں آباد ہیں۔حافظ میاں گل محمد صاحب بھی میاں عیسیٰؒ صاحب کے پوتے تھے جن کے کھبیکی اور گردو نواح میں کافی حفاظ کرام شاگرد موجود تھے۔میاں عیسیٰ کی اولاد موضع دھدھڑ،موضع کٹڑی وادی سون سکیسر میں آباد ہے۔حضرت بابا میاں عیسیٰؒ صاحب کے فرزند میاں شہاب الدین کی اولاد موضع دھدھڑ،موضع کھبیکی وادی سون سکیسر،موضع جابہ کے علاوہ ضلع جہلم اور گولڑہ شریف میں آباد ہے۔آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے۔

میاں عیسیٰؒ بن کامل دین بن محمود بن میر احمد بن حاجی بن کھلچی بن جھام بن نڈھا بن کوندل بن ربیہ بن جھیا بن جوگی بن ڈھیوا بن ترکھو بن محمود المشہور پیر مدھو بن ملک طور بن احمد علی بن عبداللہ گولڑہ بن عون قطب شاہؒ

فائنل

پس منظر تحقیق اعوان

شجروں کو مرتب کرنا اہل عرب کا خاصا ہے اور اہل عرب کے ہاں ہر خاندان میں ایک نقیب ہوتا ہے جس کی ذمہ داری اپنے خاندان کے نسب کی حفاظت کرنا ہوتی ہے تاکہ کوئی مردود النسب ان کے خاندان میں داخل نہ ہو سکے اور کوئی صحیح النسب خاندان سے خارج بھی نہ ہو، ماہر انساب کو ناسب یا نسابہ کہتے ہیں اور شجرہ نویس کو مشجر کہا جاتا ہے۔ برصغیر میں یہ کام میراثیوں کے ذمہ دے دیا گیا جو شجرہ نسب مرتب کرتے تھے اور مختلف مواقع پر شجرہ نسب پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ عموماً لوگوں کو بھی مکمل یا کئی پشتوں تک شجرہ زبانی یاد ہوا کرتا تھا۔ اعوان قوم بھی اسی اصول پر کاربند تھی۔ ان کے بھی شجرے لکھنے کا رواج 1980ء کی دہائی تک تو موجود تھا اس کے بعد سرمایہ دارانہ نظام نے جہاں ثقافتوں، روایتوں اور رواجوں کو مسخ کر کے رکھ دیا وہاں شجرہ نسب پر بات کرنے تک کو بھی معیوب سمجھا جانے لگا۔ جس کی بڑی وجہ وہ لوگ تھے جو اپنی نسل بدل کر چاہتے تھے کہ حسب نسب پر بات نہ ہو اور یوں لاکھوں لوگ مختلف قوموں میں گھس گئے جس میں سب سے زیادہ لوگ سادات اور اعوان قوم میں گھسے۔ اس تباہی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اعوان خود کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہو رہے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں نے خود کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔

۱۸۶۰ء میں انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند میں جمع بندیوں کا آغاز کیا اور تمام اضلاع میں آباد قوموں کی مختصر تاریخ، تعداد اور چند پشتوں تک شجرہ

ترتیب دیا جس کا ماخذ مقامی اکابرین تھے۔اب اعوان قوم کا المیہ یہ تھا کہ اعوانوں کی کثیر تعداد انگریزوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔چنانچہ جب گزیٹر لکھے گئے تو دوسری اقوام نے جو باتیں لکھوائیں وہ ان میں لکھ دی گئیں۔جیسے اس وقت کے ضلع شاہپور میں ٹوانہ قوم انگریزوں کی چاپلوس تھی اور اعوان اور ٹوانہ قوم کے درمیان صدیوں پرانی لڑائیاں ہوتی رہیں تھیں۔تو یہاں انگریزوں نے اعوان قوم کو پس پشت ڈال دیا۔ضلع میانوالی میں کالا باغ کے اعوان ایک الگ شناخت رکھتے تھے، جبکہ ان کے شجرہ نسب میں کسی ہندو کو بھی جڑ دیا گیا اور قطب شاہؒ کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لئے حملے ہوتے رہے، اسی طرح پورے برصغیر میں مسائل سامنے آئے تو انیسویں صدی کے اختتام پر لاہور سے حکیم غلام نبی اعوانؒ وہ پہلے مجاہد تھے جنہوں نے اعوان قوم کی تاریخ لکھوانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے علاقہ لدھیانہ سے مولوی حیدر علی لدھیانوی کو یہ ذمہ داری سونپی۔چنانچہ مولوی حیدر علی نے تاریخ علوی کے نام سے تاریخ اعوان پر پہلی کتاب لکھی، جس پر ہم فقط اتنا کہیں گے کہ یہ کتاب مقامی سنی سنائی باتوں کے حوالے سے مرتب کی گئی حکیم غلام نبی اعوانؒ اس سے مطمئن نہ ہوئے۔اس کتاب میں اعوان قوم کا شجرہ مقامی حوالوں سے حضرت محمد حنفیہؒ سے جوڑا گیا جسے خود مولوی حیدر علی کے چچا زاد بھائیوں نے ہی مسترد کر دیا کیونکہ مولوی حیدر علی نے نہ جانے کیوں ایک مضبوط دستیاب حوالہ جس کا کتاب تاریخ علوی کے صفحہ ۲ پر ذکر بھی کیا رد کر کے ایک الحاقی کتاب پر اکتفا کر کے ایک بڑے فتنہ کی ابتدا کی جس نے قوم کو بانٹ کے رکھ دیا۔

(حوالہ تاریخ قوم اعواناں از منشی وزیر علی)

اس کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے علاقہ اعوان کاری سے مولوی نور

فائنل

الدین سلیمانیؒ کو تاریخ اعوان لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔جنہوں نے نہایت محنت ایمانداری اور اصول تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے زادالاعوان اور باب الاعوان تصنیف کیں۔ باب الاعوان کی تحقیق کے لئے مولوی نور الدینؒ صاحب نے طول وعرض کے سفر کئے کتب اکٹھی کیں۔اور ایک ایسی تاریخ مرتب کی کہ آج سوا صدی کے بعد بھی اعوان محققین کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حوالہ نہیں ہے۔اعوان قوم کی تاریخ یہاں مکمل ہوگئی تھی لیکن مولوی حیدر علی نے ان کے رد میں کتاب تاریخ حیدری لکھی جو ان کی وفات کے بعد 1922ء میں ان کے بیٹے نے چھپوائی۔اس کتاب میں ہماری تحقیقی بحث یہاں تک ہی ہو گی اس کے بعد لکھی جانے والی کتب میں جو زبان استعمال کی گئی اور جس طرح فن تاریخ و ادب کی دھجیاں اڑائی گئیں۔حوالوں، سینہ بہ سینہ روایات اور نسابہ کے شجروں کو نظر انداز کر کے پہلے سے ذہن میں موجود نظریہ فضیلت کو پروان چڑھایا گیا، تمام کتب بدترین نقل اور ہر کتاب میں شجروں میں پیوندکاری کر کے نئے انداز میں لکھا۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان کی ہر کتاب میں ایک نیا شجرہ دیکھنے کوملا۔ الغرض اعوان قوم الجھ کر رہ گئی۔اس الجھن کے سدباب کے لئے محمد ریاض انوال اعوان نے "معارف الاعوان" تصنیف کی جس کا ماخذ مراۃ مسعودی اس سے ماخوذ کتابوں کے علاوہ تاریخ حیدری اور دیگر مقامی دستیاب کتب تھیں۔افکار الاعوان پاکستان نے دن رات کام کیا اور جدید تحقیق سے بھی اعوان نسب کو عرب ہونے کی تصدیق کے لئے عربی اور فارسی کتابوں کی طرف توجہ کی۔جس کے بعد معارف الاعوان کی ازسر نو ترتیب و تحقیق پر کام کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ پہلے محمد ریاض انوال اعوان "ملک غازی" کی حقیقت منظر عام پر لا چکے تھے۔ منابع غزنویاں کی روشنی میں دیکھا گیا تو حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد ہونے کے

دعوے محض ضد کے سوا کچھ بھی نہیں تھے۔ کیونکہ 341ھ میں شائع ہونے والی کتاب سر السلسلۃ العلویہ کے مصنف لابی نصر البخاری نے صفحہ 85پر حضرت محمد بن حنفیہؒ کے بیٹے علی سے نسب ملانے والوں کو کذاب کہا تھا۔ کیونکہ ان کے بقول علی بن محمد کی اولاد منقرض ہوگئی، عمدۃ الطالب وغیرہ نے بھی علی بن محمد بن حنفیہؒ کا شجرہ لکھتے وقت اس بات کا حوالہ ضرور لکھا ہے لیکن برصغیر کے کچھ مصنفین آج بھی بدترین گمراہی کا شکار ہیں۔

اب ہو یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کے کاروبار کا مسئلہ ہے وہ خود اپنے رسالہ شعوب جولائی تا ستمبر 2015 کے صفحہ 50پر تاریخ آئینہ اوودھ صفحہ 153 کے حوالے سے سالار مسعود غازی کو خواجہ عماد خلجی کا ہم جد لکھ چکے ہیں اس کے باوجود اپنے نظریے اور ہٹ دھرمی پر قائم ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جو عوام الناس اعوانوں میں سے اب تک ان سے متاثر ہو چکے ہیں وہ ان سے متنفر نہ ہو جائیں۔ حقیقت وہ بھی جان گئے ہیں مگر انا کا معاملہ بنا کر قوم کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اب فیصلہ ہمارے اعوان بہن بھائی کریں گے کہ کون حوالوں سے تاریخ ثابت کر رہا اور کون خوابوں و مکاشفوں اور پیوندکاری کر کے نت نئے شجرے پیش کر کے قوم کو گمراہ کر رہا ہے۔ تحفۃ الاعوان کی اشاعت کے بعد شکست خوردہ اور بیمار ذہنیت کے شکار خود ساختہ گھس بیٹھیے محقق، بوکھلاہٹ میں اس حد تک گرے کہ نسب میں مسلک کی جنگ چھیڑ دی حالانکہ نسب الگ معاملہ ہے اور مسلک و مذہب قطعی الگ۔۔۔

فائنل

علم الانساب اور نسابہ

ابو زہر الموسوی قمر عباس الاعرجی الھمدانی کی کتاب المشجر من اولاد حسین الاصغر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں، "ایسا علم جس میں لوگوں کے نسب ان کے اجداد کی تفصیل صحیح اور مستند روایات اور رجال کے ساتھ مرقوم ہوں اسے علم الانساب کہتے ہیں، علم الانساب بحث کرتا ہے پشت در پشت نسب پر اور معلومات مہیا کرتا ہے علم الانساب کا علم رکھنے والے کو نساب یا نسابہ کہا جاتا ہے جس کے لئے چند باتوں کا ہونا ضروری ہے۔نساب یا نسابہ کے لئے چند اوصاف کا ہونا بے حد ضروری ہے اس کا قوی النفس ہونا چاہیے تا کہ وہ کسی کی شان وشوکت سے مرعوب ہو کر جاہ وحشم کے خوف سے صحیح نسب کا انکار اور مردود النسب کا اقرار نہ کرے، دوئم نسب کے تمام اصول وقواعد رموز اوقاف سے واقف ہو، سوئم نسب سے متعلق جدید وقدیم کتب اور جرائد اور دیگر وثائق نسبیہ سے واقف ہو، چہارم محتاط ہو کسی بھی روایت کو رد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے پنجم متقی اور پرہیز گار ہو عوام میں اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کا حامل ہوتا کہ لوگ اس پر اعتماد کریں"۔

نسب کے اعتبار سے افراد کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(ا) صحیح النسب: ایسا نسب جو نسابین کے نزدیک ثابت ہو اور نسابین کی اس پر شہادت ہو اور یہ نسب مصادر اور نص نسبیہ کے عین مطابق ہو اور اہل عقل، علم اور مشہور العلماء اور الشیخ انسابین یعنی علم الانساب کے استاد اس پر متفق ہوں۔اور ان کے نزدیک ان کی ولادتیں طہارت پر ثابت ہوں ایسے نسب کو صحیح

النسب کہا جائے گا۔

(۲)**مقبول النسب**: ایسا نسب جو بعض نسابین کے نزدیک ثابت ہو لیکن بعض نے اس کا انکار کیا ہو تو ایسوں کو مقبول النسب کہیں گے، کیونکہ بعض نسابین نے ان کے نسب کو قبول کیا ہے اور بعض نے انکار کیا ہے۔

(۳)**مشہور النسب**: ایسے خاندان یا نسب جو دعوے دار ہوں لیکن ان کو اپنے نسب کا علم نہ ہو لیکن ان کی شہرت بلدی قدیم زمانے سے ہو یعنی اپنے علاقوں میں قدیم زمانوں سے اپنے نسب سے مشہور ہوں اور ان کا اندراج سرکاری ریکارڈ میں بھی بحیثیت اسی ذات یا قبیلہ سے ہو تو ان کو مشہور النسب کہیں گے۔

(۴)**مردود النسب**: ایسا دعویدار جو اوپر بیان کئے گئے تینوں گروپوں میں سے اگر کسی پر بھی پورا نہ اترتا ہو تو مردود النسب کہلائے گا اور ان کا دعویٰ قطعاً باطل ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے۔

(بحوالہ: مدرک الطالب از قمر عباس الاعرجی الھمدانی)

عربوں کی آمد ہند تاریخی پس منظر

واقعہ کرب و بلا کے بعد ایک ایسے دور کا آغاز ہوتا ہے کہ اولاد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے مشکلات عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ حالات اس نہج پر چلے جاتے ہیں کہ علویوں کو اپنے نام بدل کر سرزمین عرب کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور علوی گرد و پیش کے ملکوں میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں تاریخ کیسے لکھی گئی اور کیسے محفوظ کی گئی ماسوائے نسابہ کے کوئی مستند حوالہ نہیں ملتا۔ پھر آئے روز بغداد پر حملے کبھی تاتاری تو کبھی اپنے ہی کلمہ گو چڑھ

دوڑتے اس طرح کتب خانوں کو جلایا جاتا رہا۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کی ترویج کے لئے کئی بزرگان دین کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا جن میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حضرت سخی سرورؒ، حضرت عون بغدادیؒ، حضرت عبداللہ گولڑہؒ، حضرت محمد کندلانؒ اور حضرت آہو باہوؒ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ زمانہ طوائف الملوکی کا تھا جس میں برصغیر بالخصوص پنجاب کی کوئی تاریخ نہ لکھی گئی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شہاب الدین غوری کی شہادت کے فوری بعد طبقات ناصری اور تاج الماثر وغیرہ لکھیں تو گئیں مگر ان میں پنجاب کا مفصل احوال نہ لکھا گیا۔ بعد کے مصنفین نے بھی حکمرانوں کی تاریخ مرتب کی لیکن باقی معاملات تاریخ کے اوراق سے اوجھل رہے۔ تاریخ اعوان پر پہلی کتاب امام بخش کندلان اعوان نے تاریخ کندلانی کے نام سے لکھی جو اب نایاب ہے۔ تاریخ کندلانی 1800ء کے فوری بعد کی کتاب ہے۔ انگریزوں نے یہاں گزیٹیر اور بندوبست ترتیب دیئے تو کچھ مسائل سامنے آئے۔

یہ وہ وقت تھا جب لاہور میں مقیم حکیم غلام نبی اعوانؒ کو قوم کی تاریخ کی فکر ہوئی اور انہوں نے تاریخ لکھوانے کے لئے اپنے علاقے کے مولوی حیدر علی لدھیانوی کو یہ ذمہ داری دی۔ جنہوں نے 1896ء میں تاریخ علوی لکھی۔

سو ہم آغاز میں تاریخ کی اولین دستیاب کتاب کے حوالے سے بات کا آغاز کرتے ہیں جس سے ہمارے قارئین سمجھ سکیں گے کہ کب کیا ہوا اور کہاں کس نے حقائق سے نظر چرائی؟۔

تاریخ علوی از مولوی حیدر علی

اگر ہم تاریخ علوی کے ابتدائی چند صفحات کا مطالعہ کریں تو بغیر ذہن پر زور دیئے بہت سی باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اور وہ باتیں اور الزامات جو تاریخ باب الاعوان کے مصنف مولوی نورالدین پر لگائے جا رہے ہیں حقیقت میں کون کرائے کا لکھاری تھا؟ کس نے حکیم غلام نبی کی فرمائش پر کتاب لکھی اور کونسی کتاب میں حقائق سے ہٹ کر لکھا گیا، اور کونسی کتاب مفت تقسیم کی گئی۔۔۔اس کے لئے ہم تاریخ علوی کھولتے ہیں۔۔۔

تاریخ علوی کے ابتدائی صفحہ کی تحریر انتہائی توجہ طلب ہے۔۔۔

تاریخ علوی مولف مولوی حیدر علی لدھیانوی 1896ء

مرتبہ و مولفہ: مولوی حیدر علی صاحب اوان سکنہ لدھیانہ محلّہ اواناں

جو حسب فرمائش زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی اعوان موچی دروازہ[لاہور] تیار ہوئی اور بغرض آگاہی قوم مفت اوان قوم میں بانٹی گئی 1896ء میں

مطبع۔زبدۃ المطابع اعوان منزل ،موچی دروازہ لاہور۔

اب اس تحریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس کی فرمائش پر کتاب لکھ کر تقسیم کی گئی۔اگر یہی کام مولوی نورالدین سے کرایا جاتا ہے تو ایک گروہ عرصہ ایک صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد بھی ان پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔

مولوی حیدر علی اپنی کتاب کے آغاز میں صفحہ ا پر لکھتے ہیں

''یا اس عاجز سے خاص کر مولوی حکیم ڈاکٹر زبدۃ الحکماء لاہور نے کی کہ فی زمانہ فخر قوم اور لائق امیر ہیں۔اور آپ کا اپنا شفا خانہ شہر میں بڑی رونق

سے جاری ہے۔ اللھم زدفزد۔ آپ نے اس بارے ص ۲، میں بہت تاکیدیں لکھیں۔اور زبانی بھی بہت کچھ فرمایا۔آپ کی فرمائش نے سخت مجبور کیا۔ میں کمر باندھ کر لکھنے کو مستعد ہوا۔السعی منی والا تمام من اللہ تعالیٰ۔اگرچہ میرے پاس کوئی ذخیرہ پورا نہیں ہے۔ بلکہ وہ پرانا سلسلہ نسب کا جو والد کے زمانہ میں حضرت میاں صاحب نے تیار کیا تھا۔میرے پاس ایسا پرانا اور بودا ہو گیا تھا۔ جو شکنوں کی جگہ سے ایسا خراب ہو گیا تھا کہ کئی نام بالکل پڑھے نہ جاتے تھے۔ جن کی درستی بہت تلاش کی۔کہ کسی سے سالم سلسلہ لے کر مقابلہ کیا جائے،مگر کہیں نہ ملا۔ میں بڑا شکر گزار بھائی وزیر علی اعوان سکنہ جمالپور کا ہوں۔کہ جن کے پاس سے وہ نسب نامہ بعد مایوسی کے مل گیا جس سے وہ پرانا نسب نامہ بہت کچھ درست اور مکمل ہو گیا"۔

مولوی حیدر علی کی تحریر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے پاس کل کتنا مواد تھا۔ ماسوائے وزیر علی اعوان کے دیئے گئے شجرہ کے باقی سب تو سنی سنائی باتیں تھیں۔اب میں کچھ جواب اس کتابچہ "تاریخ قوم اعواناں" جسے وزیر علی مرحوم کے بیٹے حاجی محمد اسحاق نے شائع کیا، سے دیتا ہوں۔مولوی حیدر علی جس شجرے کی مدد سے شجرہ درست کر رہے ہیں اس کتاب میں درج ہے کہ:

> "کتابچہ 'تاریخ قوم اعواناں' کے ص ۲ پر تمہید میں حاجی محمد اسحاق رقم طراز ہوتے ہیں کہ میں آپ کو یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس شجرے کے لکھنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ شجرہ قوم اعواناں میرے والد صاحب چوہدری منشی وزیر علی مرحوم کا قلمی تحریر کیا ہوا میرے پاس موجود تھا۔اور جو وقت تبادلہ ہندوستان سے پاکستان پہنچنے پر ساتھ لایا تھا اس کے چھپانے کا یہ مقصد

ہے کہ برادری کو فائدہ پہنچے۔ آگے وجہ تسمیہ و شجرہ نسب قوم اعواناں کے عنوان سے ص۲ پر لکھتے ہیں کہ "اس قوم کے لوگ اپنے آپ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ ملک عرب کے باشندے ہیں اور حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں"۔ آگے صفحہ ۳ پر ان کی آمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اور بغداد سے ہرات کو آئے اور پھر ہرات سے ملک ہند کے شمالی حصہ ملک پنجاب میں پہنچے خصوصاً علاقہ کوہستان سلسلہ نمک میں کثرت سے اس قوم کا آباد ہونا پایا جاتا ہے اور یہاں سے ملک روس و شام وغیرہ میں بھی پھیل گئے۔ اور ملک پنجاب کے اکثر اضلاع میں اس قوم کی آبادی اب تک موجود ہے ان کے بزرگوں کے اجداد مدینہ منورہ جنت الو قیع [بقیع] میں اور بغداد میں مدفون ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت عونؒ معروف قطب شاہ اول حضرت غوث الاعظمؒ کے حکم سے واسطے تلقین کے پنجاب میں آئے اور ہند سے بہت لوگ مسلمان کر کے بغداد کو معہ اپنے پسر گوہر علی و حاکم دین یا عالم دین پوتہ ہا کے واپس چلے گئے"۔

اب سمجھ سے باہر ہے کہ مولوی حیدر علی لدھیانوی کا حقیقی چچا زاد بھائی وزیر علی اعوان تو خود کو حضرت عباسؓ کی اولاد سے لکھ رہے ہیں اور وہی شجرہ مولوی حیدر علی لدھیانوی نے کہیں اور کیسے جا جوڑا؟۔ اور کس حوالے سے قطب شاہ علوی نائب سلطان محمود غازی غزنوی صوبہ لاہور لکھا حالانکہ اس زمانے میں کسی قطب شاہ کا حوالہ نہیں ملتا جو سلطان محمود غزنوی کے لشکر سے ہو۔

فائنل

ان سنی سنائی کہانیوں کا اسی صفحہ پر اقرار کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں" اس میں کوئی نئی بات نہیں ۔عموماً وہی باتیں ہیں ۔ جو بطور قصہ جات کے قوم میں چلی آتی ہیں۔ یا اس قسم کے سفر کا ذخیرہ ہے جو ۱۳۰۳ھ میں بلاد اعظم کا عرب میں کیا تھا اور نسب کا بھی وہی سلسلہ ہے، جو سب بھائی بند اپنے بچوں کی شادیوں میں میراثی نسابوں سے سنا کرتے ہیں اتنا فرق ہے کہ اکیں غلطی اور سہو کا گمان ہے۔اور یہ حتی الوسع صحیح اور تحقیق سے لکھا گیا ہے، میں یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہی صحیح ہو گا"۔

اس کتاب کی حقیقت بس یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے مولوی حیدر علی اعتراف کرتے ہیں کہ" اگر کسی بھائی سے اس سے بہتر بن پڑے تو نور علےٰ[علیٰ] نور، ورنہ نہ ہونے سے تو ہونا بہتر ہے"۔

وزیر علی اعوان جنہوں نے "تاریخ قوم اعواناں" لکھی کے مطابق اعوان حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں اور جن اضلاع میں کثرت سے ہیں ان میں کانگڑہ، ہوشیار پور، جالندھر، فیروزپور، ملتان ، جھنگ، منٹگمری [ساہیوال]، لاہور، امرتسر، گورداس پور، گجرات، گوجرانوالہ، شاہ پور، جہلم، راولپنڈی، بنوں، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، کیمبل پور[اٹک]، لدھیانہ شامل ہیں۔

مولانا حیدر علی نے قطب شاہ کے سولہ بیٹے بیان کئے ہیں جن میں سے تین کے نام بڑا بیٹا ناصر شاہ جسے ہر وقت کھڑا رہنے کی وجہ سے کھروٹا ، دوسرے بیٹے منصور شاہ کا کلغن اور اس کی وجہ تسمیہ کہ وہ ہر وقت اپنی دستار میں کلغی لگائے رکھتا تھا۔تیسرے کا نام گوہر شاہ جس کی اولاد گوہری کہلاتی ہے باقی تیرہ صاحبزادوں کے نام کسی کو یاد نہیں۔ جب کہ ستر واں بیٹا ہرپال بن انند پال

بن جے پال شامل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے حضرت کے حرم میں پیدائش پائی اور آپ نے اس کو اپنے بیٹوں کے برابر حقوق عطا فرمائے۔اور وصیت کی کہ میری اولاد پر فرض ہو گا کہ وہ بر پال کی اولاد کو میرے اور بیٹوں کے برابر سمجھے چنانچہ وہ برابر ہر طرح سے کھرے اعوان سمجھے جاتے ہیں۔

یہ مولوی حیدر علی کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کی گئی۔اس کتاب سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر سنی سنائی کہانیاں بیان کر کے ہندوؤں کو بھی کھرے اعوان ثابت کیا۔حضرت قطب شاہؒ شریعت کے پابند بزرگ تھے وہ ایسا غیر شرعی عمل کیسے کر سکتے ہیں کہ ایک ہندو کو اپنے نسب میں شامل کر کے اعوان ماننے کو کہتے۔اس کا آگے چل کر بدترین نقصان یہ ہوا کہ کئی نومسلم راجپوت اعوانوں میں گھس بیٹھے۔اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1881ء میں اعوانوں کی تعداد دو لاکھ سے بھی کم تھی، 1931ء میں پانچ لاکھ اور اب اعوان دعوے دار تین کروڑ سے بھی تجاوز کر چکے ہیں۔اس ساری صورتحال کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے علاقہ اعوان کاری وادی سون کے گاؤں غفری بعد میں کفری اور موجودہ صدیق آباد کے مولوی نورالدین سلیمانی کو تاریخ اعوان لکھنے کو کہا۔جنہوں نے حامی بھر لی اور ''تاریخ زاد الاعوان'' اور'' باب الاعوان'' مرتب کیں۔

(......☆☆☆......)

فائنل

تاریخ زادالاعوان

تاریخ زادالاعوان؛ تاریخ اعوان پرلکھی جانے والی پہلی مستند کتاب ہے جو کئی حوالوں سے منفرد ہے۔زادالاعوان ۱۸۹۸ء میں شمس الھند لاہور میں منشی محمد شمس الدین شائق مالک و مہتمم کے اہتمام سے چھپی۔ سبب تالیف تاریخ زاد الاعوان بیان کرتے ہوئے مولوی نورالدینؒ خود لکھتے ہیں۔

"بعد حمد و نعت کے عاصی فقیر نورالدین بن حضرت خواجہ مولانا حاجی نورمحمد قوم سلیمانی افغانی حنفی نقشبندی مجددی متوطن قصبہ غفری المشہور کفری واقعہ کوہستان سون سکیسر تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور پنجاب یہ عرض کرتا ہے کہ علاقہ کوہستان سون سکیسر مذکور میں قوم اعوان بہت ہے اور اس کوہستانی علاقہ پر وہی قابض ہیں اور جب اس عاجز نے علم حاصل کیا تو اطراف سے بہت امورتواریخی قوم اعوان سے پوچھے گئے خصوصاً نسب نامہ وتواریخ اعوان کا بہت لوگوں نے استفسار کیا۔عوام وخواص اس امر کے خواہاں ہوئے کہ قوم اعوان کا نسب نامہ و تواریخی حالات کتب قدیم سے نکال کر ایک جدا گانہ تاریخ اعوان بزبان اردو تالیف ہوجائے۔اس امر کے محرک سب سے پہلے قدردان علوم ملک احمد خان ولد ملک الہ یارخان اعوان رئیس قصبہ اوچھالی واقعہ سون سکیسر کے ہوئے۔اور پھران کے معاون ومحرک شفیق میاں محمد رضا اعوان قصبہ کفری کے رہے۔مگر عاجز نے کچھ توجہ نہ کی ایک روز جناب ڈاکٹر حکیم غلام نبی اعوان رئیس و زبدۃ الحکماء لاہور نے بھی یہی تذکرہ کو لکھا۔اور اس بارے میں آپ نے دس خط لکھے۔آخر جب ۱۳۱۵ ہجری کو لاہور گیا آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے

بہت سخت اس کی تاکید فرمائی اور کہا کہ ایسا نسب نامہ و تاریخ تالیف کریں جس کا کتب قدیم سے انتخاب ہو بغیر دلیل کتب کے اس میں کچھ نہ ہو۔راقم نے قلت علم کا عذر کیا۔قبول نہ فرمایا۔یہ جواب دیا کہ چند انگریز صاحبان بہادر وغیرہ اقوام نے اس پر سخت حملے کیئے ہیں۔جواب اس کا ضروری دینا ہے۔خرچ چھپائی وغیرہ میرے ذمہ ہے تم ہمت نہ ہارو اور کماحقہ ترتیب دو بہر کار کہ ہمت بستہ گردد۔اگر خارے بود گلدستہ گرد۔جب آپ نے اس بارہ میں بہت تاکیدیں لکھیں۔اور زبانی بھی کہا۔اور آپ کے ارشاد نے سخت مجبور کیا۔آخر کمر ہمت باندھ کر حسب ارشاد عالی اول ماہ شوال ۱۳۱۵ھ کتب خانہ تواریخ جمع کر کے اس تاریخ کے لکھنے کو مستعد ہوا اور بغیر سند کے کچھ نہ لکھا اور اختصار کو بصحت تمام مدنظر رکھا۔اور باب و فصل لکھ کر نام کتاب و جلد و صفحہ و مطبع مقامات مناسب مقام پر درج کیا۔پس اس امر نے محرک خصوصاً زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی صاحب اعوان رئیس لاہور ہوئی اور اس کا نام تاریخ زادالاعوان رکھا۔مورخان و ناظرین پر تمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ عاجز نے اپنی حتی المقدور تک بڑی سخت عرقریزی سے یہ لکھا ہے۔صحت کو خیال ہر دم رہا اگر کہیں غلطی یا سہو پائیں بے تکلف اصلاح فرمادیں اور عیب سے درگذر ہوئیں۔اس کتاب کی جب وہ سیر کریں ۔۔۔میرے حق میں دعائے خیر کریں"۔

مولوی نور الدین سلیمانیؒ نے تاریخ اعوان لکھتے ہوئے حق ادا کیا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فصل دوم میں یک صد کتب جو کہ ان کی فہرست شامل کتب ہیں۔جس کا ذکر انہوں نے یوں کیا ہے۔"ہویدا یاد کہ اب اس فصل میں مناسب ہے کہ ان کتابوں کا ذکر کروں جو کہ تالیف تاریخ ھذا کے اس عاجز کے پاس موجود تھیں اور مناسب مقاموں پر ان کتابوں سے اخذ کیا

ہے۔پس گویا مخرج کتابوں کی یہ فہرست ہے یہ اس لئے تیار کی ہے تا کہ ناظرین میری محنت مطالعہ کتب کی داد دیں۔اور مستند الیہ یہ کتاب سمجھیں اور پایہ اثبات عدالت کو یہ کتاب پہنچاویں ۔ مخفی نہ ہو کہ یہ فہرست ایک سو کتب کی ہے اس عاجز نے وقت تالیف تاریخ ہذا کے اپنے پاس سب موجود کتب رکھی تھیں اور بموجب ضرورت کے کتب مذکور سے تھوڑا بہت لکھا گویا یہ تاریخ لب لباب ایک سو کتب سے ہوئی اور مناسب مقام پر یہ عاجز اپنی تحقیق لکھ گیا۔اب معترض صاحبان کو یہ پوری سیف دندان شکن ہے اس سے بغیر سکوت کے اور ماننے کے چارہ نہ ہوگا۔ہاں اگر کہیں غلط ہوتو کتاب منقول عنہ کے مصنف کی غلطی ہوگی۔اب یہ باب ختم کرتا ہوں اور ذکر مسئلہ زکوۃ بنی ہاشم کا لکھتا ہوں"۔

مذکورہ بالا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد پوری دنیا میں اس کتاب کو پسند کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مولوی نور الدین صاحب نے تاریخ کی مستند کتابوں سے حوالے دے کر لکھا اور مولوی حیدر علی لدھیانوی کی طرح سنی سنائی باتوں پر بھروسہ نہیں کیا۔ زادالاعوان وہ پہلی کتاب ہے جس میں حضرت عون قطب شاہؒ کی اولاد کے ناموں کا ذکر کیا گیا ہے ۔اور اس کی سند یہ ہے کہ آج تک تمام لکھاری انہی ناموں کا ذکر کر رہے ہیں کیا تائید میں لکھنے والے اور کیا نقاد۔۔۔ زادالاعوان کے علاوہ تاریخ اعوان کی ہزار سالہ تاریخ اٹھا کے دیکھ لیں کہیں سے بھی مستند حوالہ نہیں ملے گا۔ یہ مولوی نورالدین سلیمانی ہی تھے جنھوں نے ہندوستان کے طول و عرض کے سفر کئے حقائق تلاش کئے اور تاریخ اعوان مرتب کی۔ زادالاعوان کی وجہ شہرت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ اصول تاریخ پر پوری اترتی ہے۔

مولوی نورالدین سلیمانی کی کتابوں پر تنقید کرنے والوں کی کتب اٹھا

کے دیکھ لیں، میرا دعویٰ ہے اور میں ذمہ داری سے یہ سطور لکھ رہا ہوں کہ ان کی کتب میں آپ کو کوئی صحیح حوالہ نہیں ملے گا، جو حوالے لکھے ہوں گے وہ کتب اٹھا کے دیکھ لیں ،ان کتب میں وہ بات سرے سے موجود ہی نہ ہوگی۔اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ نام نہاد مصنفین حضرت قطب شاہؒ کی اولاد کے ناموں کے حوالے بھی مولوی نورالدین سلیمانیؒ کی تاریخ سے دے رہے ہیں۔ اس حوالے سے ملک شیر محمد آف کالا باغ نے ایسی غلیظ زبان استعمال کی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جس قبیلے کے نسب میں انگریزوں نے ہندوؤں کے نام جڑ دیئے اس بات کی فکر حکیم غلام نبی اعوانؒ نے کی اور تاریخ اعوان لکھ کر حقائق کے لئے یہ ذمہ داری مولوی نورالدینؒ کو سونپی جنہوں نے اسے احسن طریقے سے نبھایا۔ جبکہ شیر محمد آف کالا باغ نے دو کتابیں لکھیں لیکن ان کے قبیلے کے خلاف جو سوالات انگریزوں نے تاریخ پشاور اور گزٹیر میں اٹھائے ان کا جواب نہ دیا۔

مولوی حیدر علی تاریخ حیدری کے صفحہ ۲ اور ۳ پر اقرار کرتے ہیں کہ ”بغداد سے ایک بزرگ حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء سے عون بن یعلیٰ ---کہیں ملک ہند کو تلقین دین کے لئے روانہ ہوئے تا کہ اس خاندان قادریہ کا ملک ہند میں رواج دیں یہاں تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب آئے اور کہاں ٹھہرے ۔مگر اہل بغداد قطب ہند سے ملقب کرتے ہیں اور اپنے دو بیٹوں اور ایک بیوی کے ساتھ آئے اور کچھ مدت یہاں کی سیر کر کے---معہ اپنے ان دو بیٹوں اور بیوی کے واپس بغداد ہوئے“ ان سطور میں سمجھنے والوں کے لئے کئی جواب ہیں اس وقت موجود کتب انساب و تاریخ چیخ چیخ کے کہہ رہی کہ عون بن یعلیٰ ہندوستان آئے ان کتب کی تصدیق مولوی حیدر علی بھی کر رہے۔ جہاں تک بات رہ جاتی ہے کہ وہ کب آئے اور کہاں رہے تو وادی سون کا مقام ”دادا

فائنل

گولڑہ" اس بات کا زندہ وتابندہ ثبوت موجود ہے مگر افسوس صد افسوس جن لوگوں نے بھی تاریخ اعوان لکھی ایک بار بھی وادی سون آنا نصیب نہ ہوا۔" مراۃ الاسرار" اور" مراۃ مسعودی" کے مصنف عبدالرحمٰن کا شجرہ حضرت عباس علمدارؓ سے ہی ملتا ہے(بحوالہ نزہت الخواطر)۔ان حقائق کے بعد اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کے ہندوستان آنے سے انکار فقط تعصب اور مذہبی شدت پسندی کا ہی نتیجہ ہے۔خلاصۃ الانساب ایک حقیقت ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب وادی سون کے شہر نوشہرہ کے معروف قاضی خاندان کے بزرگ قاضی میاں محمد امجدؒ صاحب کے ہاں موجود تھی ، جہاں سے یہ کتاب پیرانِ آستانہ سیال شریف حضرت خواجہ ضیاء الدینؒ کی خواہش پر آستانہ بھجوا دی گئی۔اور یہ کتاب سیال شریف کتب خانے کے لائبریرین جناب عزیز صاحب کی نظر سے بھی گزری۔اس کے علاوہ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا جو زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا البتہ وہ ہیڈ ماسٹر سلطان محمود آف نوشہرہ کے پاس موجود تھا جنہوں نے اپنے مقالہ میں شامل کیا اس کے علاوہ نسابہ شیر جنگ بہادر آف چنہ، ملک مشتاق اعوان نمبردار کوٹلی وادی سون اور اب اس کی نقل خاکسار کے پاس بھی موجود ہے۔اسی طرح میزان قطبی سے بھی ایک طرف انکار تو دوسری طرف مولوی حیدر علی" تاریخ حیدری" کے صفحہ 29 پر میزان قطبی مولفہ قطب الدین علوی بغدادی کا حوالہ بھی دے رہے ہیں۔ان کے لئے ملک محمد سرور اعوان نے اپنی کتاب وادی سون سکیسر کے صفحہ 120 پر کچھ ایسے الفاظ لکھے ہیں۔" مولوی نور الدین کی تصانیف زادالاعوان اور باب الاعوان کے ماخذ و منابع میزان قطبی ، میزان ہاشمی، خلاصۃ الانساب کسی بھی کتب خانہ میں موجود نہیں حالانکہ یہ نام اور عبارتیں وضع و من گھڑت ہیں۔محض کم علمی اور کوتاہ بینی ہے ۔ کیونکہ کسی شئے کا دستیاب نہ ہونا

اس کے وجود کی نفی کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو اس شئے تک رسائی حاصل کرنے والے کی کوتاہ دستی کی دلیل ہے"۔

گل محمد اعوان مرحوم کا تیار کردہ شجرہ عرب میں بھی تسلیم شدہ تھااور علامہ خلخالی کی کتاب "چہرہ درخشاں" میں شامل ہے۔جس میں ان کی تحقیق کے مطابق علوی اعوان حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد ہیں۔

جب "الشجرۃ الزکیہ" سعودی عرب، عراق اور ایران کی کتابوں میں عونؒ بن یعلٰی کے توسط سے حضرت عباسؓ بن علی کرم اللہ وجہہ پر منتج ہوتا شجرہ دیکھ کر جس میں وادی سون سکیسر اور کوہ نمک کے اعوان قبائل کو جناب عونؒ بن یعلٰی کے توسط سے اولاد عباس علمدارؓ قرار دیا گیا ہے۔تو پھر گزشتہ ایک سو سال میں بار بار اپنے ترتیب دیئے گئے جعلی شجروں میں ایک نئی سازشی اختراع کرتے ہوئے کہ شجرہ علویہ پر شکوک وشبہات کے غبار کی مزید تہہ جمانے کے لئے انہوں نے ملتا جلتا نام تلاش کر کے حضرت عونؒ بن علی بن محمد الاکبر بن علی کرم اللہ وجہہ کو آڑ بنانا چاہا گویا یہ ذہنی طور پر عونؒ بن یعلٰی بن ابو یعلٰی حمزہ کی حقیقت تسلیم کرتے ہوئے خائف ہو چکے تھے تبھی انہیں ایک اور عون لقب قطب شاہ سامنے لانے کی ضرورت پڑی۔ کتب انساب نے حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد کی کوہستان نمک میں موجودگی کا ذکر کیا ہے۔حال ہی میں ارض حجاز سے شائع ہونے والی کتاب الشجرۃ الزکیہ کے بعد یہ بحث ختم ہو جاتی ہے اور کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قبیلہ اولاد حضرت عباسؓ وادی سون اور ملحقہ علاقوں میں صدیوں سے آباد ہے اور قابض ہے۔صدیوں سے سینہ بہ سینہ روایات اورنسابہ کے شجرہ جات اور اس سے بھی بڑھ کر چورہ عبداللہ کلڑ ہ کے بعد اور کیا ثبوت درکار ہے۔

فائنل

تاریخ باب الاعوان

اس کے بعد مولوی نور الدین سلیمانی نے تاریخ باب الاعوان 1319ھ میں تصنیف کی جو مولوی صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ سبب تالیف باب الاعوان درج ہے کہ زاد الاعوان میں بہت سے مضامین ضروری مندرج ہونے سے بچ گئے تھے لہذا حکیم صاحب موصوف و دیگر شرفاء دوبارہ اس امر کے محرک ہوئے کہ دوسری کتاب اعوان قوم کی اسی طور سے تالیف کی جائے اور بغیر دلیل کتب تواریخ و سند کے اس میں اور مذکور نہ ہو اور جو کچھ اس میں لکھا وہ بحوالہ کتابوں و اسناد کے مرقوم کیا اور نام کتاب و نام مصنف و مطبع و صفحہ و باب و فصل کتاب منقول عنہ کا پورا نشان درج کر دیا۔ یہ کتاب 1319ھ تیرہ سو انیس ہجری میں تحریر ہوئی۔ چونکہ یہ اعوان لوگوں کی تاریخ دوسری مرتبہ تالیف ہوئی ہے لہذا اس کا نام تاریخ باب الاعوان رکھا گیا۔

تاریخ باب الاعوان کی اشاعت کے بعد تاریخ اعوان مکمل ہو گئی تھی۔ جو علوی اعوان ہیں ان کا شجرہ نسب حضرت عباس علمدارؓ سے ملتا ہے۔ جس کے ثبوت دیئے بھی گئے اور آگے چل کر مزید کتب کے حوالے بھی دیں گے۔ اب رہ جاتا ہے وہ گروہ جو خود کو سلطان محمود غزنوی کا نائب، سپہ سالار اور حاکم غزنی، ہرات، پشاور اور لاہور لکھتا ہے ان کے بارے میں تاریخ بڑی واضح ہے مگر یہ گروہ شروع دن سے اولاد عباس علمدارؓ کا رد اور اپنی مکاشفوں اور خوابوں سے ترتیب دی ہوئی خیالی تاریخ پر بضد ہے۔ اس پر بحث سے قبل میں مولوی حیدر علی لدھیانوی کی کتاب "تاریخ حیدری" جو ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے نے

چھپوائی سیر حاصل بات کرنا چاہوں گا کیوں کہ اگر تاریخ حیدری کو تعصب کی عینک ہٹا کر پڑھ لیا جائے تو کافی حوالوں کی تصدیق اسی کتاب سے ہو جائے گی۔

گولڑوی سند

پیر نصیر الدین شاہؒ آف گولڑہ شریف بیان فرماتے ہیں:

اعوان بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں جو صحیح اعوان ہیں۔ اعوان جو عون سے ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کربلا میں حسینؓ کی مدد کی۔ عون کا مطلب ہے مدد۔ اعوان وہ ہیں جو علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیوی سے ہیں۔ تو یہ سیدوں کو فضیلت اس لئے ہے کہ ان لوگوں میں فاطمہ الزہرہؓ کا خون گردش کر رہا ہے وگرنہ باپ سیدوں کا بھی وہی ہے جو اعوانوں کا ہے۔ ماں اعوانوں کی اور ہے۔

پیر آف گولڑہ شریف فاتح ختم نبوتﷺ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی اعوان گھرانے سے خصوصی نسبت ہے اور ان کو علاقہ اعوان کاری میں رہنے کا موقع ملا۔ آپؒ کا مرشد خانہ سیال شریف سرگودھا تھا جبکہ آپ وادی سون کے گاؤں انگہ کے ایک مدرسہ میں زیر تعلیم رہے اس کا نام آج بھی مکتبہ مہریہ ہے۔ مختصر یہ کہ بھوئی گاڑ تحصیل ٹیکسلا میں پیر صاحب کے استاد محترم اعوان، انگہ میں استاد اعوان، خوشخطی کے استاد اعوان اور سلسلہ تصوف میں پیر خانہ سیال شریف بھی اعوان۔ یہ خانوادہ اعونوں کی تصدیق نہ کرے تو کون کرے۔

(-----☆☆☆-----)

فائنل

تاریخ حیدری

تاریخ حیدری مولوی حیدر علی لدھیانوی نے تحریر کی جو ان کے بیٹے ہدایت علی نے ان کی وفات کے بعد 1922ء میں چھپوائی۔ یہ کتاب تاریخ علوی کی نسبت قدرے بہتر انداز میں لکھی گئی اور مولوی حیدر علی نے اس کتاب میں کافی حد تک اپنی گزشتہ غلطیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی۔ البتہ اس کتاب میں بھی ان کی تحقیق کا دائرہ لدھیانہ اور گردونواح سے باہر نہ نکل سکا اگر وہ کوہستان نمک، علاقہ جہلم و راولپنڈی تک تحقیق کرتے تو شاید ان کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ خیر جو لکھ گئے وہ بھی کافی ہے۔

ایک بحث جو پاکستان میں چلی آرہی ہے کہ بعض حضرت عونؒ بن یعلیٰ کو خیالی شخصیت قرار دیتے ہیں اور بعض ان کی برصغیر آمد کو رد کرتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے تاریخ حیدری میں مولوی حیدر علی صفحہ ۲ پر رقم طراز ہیں کہ:

> "بغداد سے ایک بزرگ حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء سے عون بن یعلے ۔۔۔ص۳:۔ کہیں ملک ہند کو تلقین دین کے لئے روانہ ہوئے تا کہ اس خاندان قادریہ کا ملک ہند میں رواج دیں یہاں تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب آئے اور کہاں ٹھہرے۔ مگر اہل بغداد قطب ہند سے ملقب کرتے ہیں اور اپنے دو بیٹوں اور ایک بیوی کے ساتھ آئے اور کچھ مدت یہاں کی سیر کر کے۔۔۔ معہ اپنے ان دو بیٹوں اور بیوی کے واپس بغداد ہوئے" اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں کہ "چونکہ حضرت عون بن یعلیٰ

حضرت عباس بن علمدارؓ بن حضرت علیؓ کی نسل سے تھے انہوں
[عرب تاریخ دان] نے اپنے سفر ناموں سے تاریخیں لکھیں
ہمارے سب خاندانوں کو اولاد عون بن یعلیٰ مشہور قطب شاہ میں
لکھ دیا اب یہ ایک بڑا بھاری نقص تاریخی پیش آیا جس نے
تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا وہ بغداد کی تاریخوں کو دیکھ کر ششدر ہو
گیا۔ یہاں تو قوم پکارتی ہے کہ ہم محمد حنفیہؒ ابن علیؓ کی اولاد
ہیں اور تاریخوں میں یہ سب عون بن یعلیٰ کی اولاد سے ملتے
ہیں"۔ آگے صفحہ ۴ پر مولوی حیدر علی لکھتے ہیں "مولوی نور الدین
صاحب نے وہی عربی تاریخوں کی تقلید سے حضرت عباسؓ کی
اولاد میں قوم کو منسلک کر دیا"۔

یہاں مولوی حیدر علی فیصلہ کن بات کر گئے ہیں۔ مولوی حیدر علی بغداد کی تاریخوں کا برملا اعتراف کر رہے ہیں کہ وہاں عونؒ بن یعلیٰ لکھا ہے۔ یہاں ان کے ہم نوا تاریخی حوالوں کا شور کرتے ہیں تو یہ معاملہ تو مولوی صاحب حل کر رہے ہیں۔ میں یہاں مولوی حیدر علی لدھیانوی کے اپنے حقیقی چچا زاد بھائی کے بیٹے ملک محمد اسحاق کے کتابچہ "تاریخ قوم اعواناں" کا حوالہ دیتا ہوں جنہوں نے صفحہ ۲ پر وجہ تسمیہ وشجرہ نسب قوم اعواناں میں خود کو حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے لکھا ہے۔ اس ضمن میں ملک محمد اسحاق کے ہی حوالے سے ایک اور مضمون جو باگاں والا کے ملک محمد افضل اعوان نے ماہنامہ الاعوان لاہور کے اگست 1972ء کے شمارے میں تحریر کیا۔ اس مضمون میں وہ ملک محمد اسحاق جو کہ مولوی حیدر علی کے عم زاد ہیں کا قول نقل کرتے ہیں کہ "جب انہوں نے تاریخ علوی اور تاریخ حیدری کو تحریر فرمایا تو میرے والد محترم [یعنی مولوی صاحب کے چچا زاد]

چوہدری منشی وزیر علی خان صاحب نے مولوی صاحب کو حضرت قطب شاہ کے من گھڑت اور بعید از قیاس حالات و واقعات اور شجرہ نسب کو لکھنے سے منع فرمایا لیکن وہ شریف آدمی اپنی ضد پر ڈٹا رہااور اس میں کئی ایسی باتیں بھی لکھ دیں جسے عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی حالانکہ مستند کتابوں میں ان روایات و واقعات کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا خواہ مخواہ اس بھلے مانس نے مفروضہ اور مبالغہ آمیز باتیں لکھ کر قوم اعوان کو الجھا کر رکھ دیا ہے اور ان کے یہ اقدام اعوان کے لئے ایک تاریخی معمہ بن کر رہ گئے ہیں"۔مولوی حیدر علی نے پہلی کتاب تاریخ علوی میں قوم کا جو شجرہ لکھا تاریخ حیدری میں اس سے بالکل مختلف شجرہ لکھا۔

تاریخ حیدری میں مولوی حیدر علی کی صفحہ 52 پر تحریر ملاحظہ فرمائیں

"یہ سب اولاد میر قطب مجاہد سے ہیں ۔ یہاں انکی اولاد بہت پھیل گئی۔مورخان بغداد نے ناحق ان کو عون بن یعلیٰ کی اولاد میں شامل کرلیا۔ حالانکہ عون اپنے دو بیٹوں محمد اور عبداللہ اور ایک بیوی عائشہ نام کے ساتھ بغداد سے[وادی سون سکیسر] تشریف لائے اور اسی طرح انہوں کے ساتھ بغداد کو لوٹ گئے"۔

اس بات کو پنڈت لکھی داس اپنی تاریخ میں لکھ گئے ہیں کہ وہ اپنے دو بیٹوں اور اہلیہ کے ساتھ بغداد کو چلے گئے۔

عبداللہ اور محمد کندلان کے حوالے سے تمام مورخین متفق ہیں کہ وہ عونؒ بن یعلیٰ کے بیٹے ہیں۔

علاقہ وادی سون سے ملک محمد سرور خان اعوان نے ۲۰۰۲ء میں" وادی سون سکیسر" کے نام سے کتاب شائع کی جس میں تاریخ اعوان کا تحقیقی باب شامل کیا گیا ہے جو تاریخ اعوان کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔اس کے بعد" تاریخ

اعوان توضیح الانساب" شائع ہوئی ۔ملک محمد سرور اعوان ایک زندہ انسائیکلوپیڈیا تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا نچوڑ اس کتاب میں لکھا۔ وہ خلاصۃ الانساب کے وجود کے معترف تھے اور کتب خانہ سیال شریف میں خود کتاب دیکھ بھی چکے تھے ان کے بقول:

"ملک شیر محمد اپنی کتاب تذکرہ الاعوان میں رقم طراز ہیں کہ یہ تمام کتابیں (میزان قطبی، میزان ہاشمی، خلاصۃ الانساب) دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں بلکہ انہوں نے ملک بھر کے کتب خانوں کی ایک طویل فہرست لکھی ہے کہ میں نے ان کتب خانوں کے ناظمین سے رابطہ کر کے ان کتابوں کے بارے میں رابطہ کیا تو ہر طرف ندارد کا جواب ملا۔لہذا وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کتابوں کے یہ نام اور انکی طرف منسوب تمام عبارتیں وضعی اور من گھڑت ہیں ۔ حالانکہ سوئے اتفاق سے ملک صاحب مرحوم اس کتب خانے کی طرف رجوع نہیں کر سکے جہاں بہت سی نادراور نایاب کتابیں دستیاب ہیں ۔میری مراد آستانہ عالیہ سیال شریف کا عظیم علمی خزانہ کتب خانہ ہے وہاں پر خلاصۃ الانساب بھی موجود ہے ۔ خلاصۃ الانساب میں قطب شاہ کا نام عونؒ بن یعلی اور ان کا سلسلہ نسب حضرت عباسؓ کے واسطے سے حضرت علی تک پہنچتا ہے"۔

خلاصۃ الانساب کا ذکر عرب وایران کی ان معروف کتب میں آیا ہے۔

☆ طبقات الفقہا الباب القرن الثالث عشر صفحہ ۶۴۳

☆ کشف الارتیاب الباب القرن الثالث عشر صفحہ ۱۴۰

☆ جواہر الایقان صفحہ 194　　☆ تاریخ علمائے خراسان 112/78

فائنل

☆ ایضاح المکنون جلد 1 صفحہ 433 ☆ ھدیۃ العارفین جلد 2 صفحہ 380

☆ الفوائد الرضویہ صفحہ 654 ☆ اعیان الشیعہ جلد 1 صفحہ 79

☆ الذریعہ جلد 4 صفحہ 465 ش 2064

جلد 13 صفحہ 331 ن 1214

ان حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی خلاصۃ الانساب کی حقیقت سے انکار کرتا ہے تو گویا وہ اپنی ذہنی پسماندگی اور علمی افلاس کا شکار کہا جا سکتا ہے۔ خلاصۃ الانساب کے باب 10 میں حضرت عونؓ اور ان کی اولاد کا ذکر موجود ہے اور اس باب کا اردو ترجمہ تقریباً سبھی مقامی نسابہ جنگ بہادر، گل محمد اعوان، فدا قریشی، محقق سلطان محمود اعوان اور وہ اردو ترجمہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ان سطور کے تناظر میں علاقہ وادی سون اور ملحقہ دامن کوہ و علاقہ پکھڑ تا کلر کہار کے اعوانوں کو اپنے نسب پر کوئی شک نہیں ہے۔اب رہ گئے باقی علاقوں کے اعوان تو اس ضمن میں یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ گولڑہ اور محمد کندلان کی اولاد میں سے کچھ لوگ کشمیر اور ہزارہ میں بسلسلہ تبلیغ گئے اور وہیں آباد ہوئے۔پاک و ہند میں اس وقت جو اعداد و شمار اعوان قبیلہ کے حوالے سے بتائے جاتے ہیں وہ قطعی درست نہیں ہیں۔علوی اعوان جو حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے ہیں ان کی تعداد ایک سے تین ملین کے قریب ہے۔علوی اعوانوں کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے اعوانوں کی بھی ہے جو یا تو مقامی نومسلم ہیں جنہوں نے حضرت عونؓ بن یعلیٰ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔اور بعد میں احساس کمتری یا حضرت عبداللہؓ کے اعوان ہونے کے ناطے اعوان کہلوانا شروع کر دیا۔ان کے علاوہ کچھ لوگ جو وادی سون میں اعوانوں کی غیر اعوان رعیت تھے چنگیز خان کے حملے کے دوران بھاگ کر ہزارہ اور کشمیر کی جانب نکل گئے انہوں نے بھی وہاں

جا کر خود کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔وادی سون کی مستند روایات اور اس بات کو ڈاکٹر شیر بہادر پنی نے بھی کچھ ایسے ہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ہزارہ اور کشمیر میں علوی اعوانوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔یاد رہے۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کا تعاقب دریائے سندھ تک کیا اس سے آگے نہیں بڑھا۔خوارزم شاہ کی مغلوں کے مقابلہ میں جرات اور بہادری نیز مسلمانوں کی عزت و بقا کے پیش نظر خوشاب کے کھوکھروں نے جلال الدین خوارزم شاہ کی حمایت کی تھی۔یہ کافی عرصہ وادی سون میں رہا اس کے عہد کے سکے کافی تعداد میں ملے ہیں قلعہ تلاجھہ نزد کھوڑہ اس کا صدر مقام تھا۔

جونہی جلال الدین خوارزم شاہ اور کھوکھروں کے درمیان فوجی اتحاد کی خبریں چنگیز خان کو ملیں اس نے اپنے ایک جرنیل طرطائی کو ہندوستان روانہ کیا طرطائی دریا عبور کر کے بھیرہ سے خوشاب آیا اور بہت نقصان پہنچایا۔

بحوالہ سرزمین سرگودھا مصنف شیخ محمد حیات صفحہ 187

جلال الدین خوارزم اعوانوں کی پناہ میں وادی سون پہنچا جہاں تلاجھہ کے مقام پر چار سال تک قیام کیا۔ یہاں کھوکھر اعوان اس کی حفاظت پر معمور رہے۔اولاد عبداللہ گولڑہ ؒ کو تاتاری فوجوں سے لڑائی میں کافی نقصان اٹھانا پڑا کئی ایک جگہوں پر اب بھی وہ قبرستان موجود ہیں جو علوی اعوان شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک قبرستان صدیق آباد (کفری) کے قریب ہے۔

وادی سون کے پہاڑوں میں جگہ بہ جگہ شہدا کی قبور اور گنجہائے شہیداں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔موضع غفری (کفری) کے جنوب میں گنج شہیداں آج بھی زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کہ وادی سون اور کوہستان نمک پر متصرف

فائنل

قبیلہ علوی اعوان نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی آزادی کی تاریخ مسلسل اپنے لہو سے لکھی۔

ان شجروں میں جس طرح من مانی سے خطابات اور القابات دیئے گئے وہ اپنی جگہ یہاں ہم برصغیر کی کتب کو ایک طرف رکھتے ہیں سرزمین فارس وعرب کے مایہ ناز اور مستند کتب کی ورق گردانی کر کے حقائق تلاش کرتے ہیں۔

بحر المطالب فی نسب آل ابی طالب میں اولاد عباس علمدارؑ کے صفحہ ۱۷ پر لکھا گیا ہے کہ عون بن علی بن محمد حنفیہؒ کی اولاد نہیں چلی۔

علوی، عباسی حکمران اور سلطان محمود غزنوی

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ علوی اعوان سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالار تھے ان کو شاید اس تاریخی حقیقت کا اندازہ نہیں کہ سلطان محمود غزنوی بغداد کے عباسی خلفاء کے قریب متصور ہوتے تھے اور عباسی قبیلہ علویوں کے خون کا پیاسا تھا۔ اب یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ عباسیوں کا سکہ چلانے والے حکمران کی حمایت میں علوی ان کے دربار میں کیسے آئیں گے۔ سلطان محمود غزنوی کی ہم عصر تاریخوں بیہقی اور عتبی میں ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں۔

تاریخ اعوان

تاریخ اعوان کے حوالے سے بات کرنے سے پہلے ہم کچھ ایسے اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں جو مختلف اقوام وقتاً فوقتاً علوی اعوانوں کے حوالے سے اٹھاتے رہتے ہیں۔

اعوان اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہونے کے ناطے نسبی اعتبار سے

ہاشمی قریشی علوی ہیں۔البتہ حضرت امام حسینؓ کے اعوان ہونے کی نسبت سے اعوان بھی ہوئے جو ایک لقب ہے ۔اس سلسلے میں حضرت سلطان باہوؒ اپنے رسالہ روحی میں محمد باہو عرف اعوان لکھتے ہیں۔(رسالہ روحی صفحہ ۸)

اعوان، آوان یا عوان

اعوان حضرت عونؓ بن یعلی کی نسبت سے اعوان کہلاتے ہیں اور عربی و فارسی میں لفظ عون کی جمع عوان ہے چنانچہ عرب و فارس میں یہی لفظ لکھا گیا۔ اردو زبان میں الف کا اضافہ کیا جاتا ہے اور لفظ آوان سنسکرت زبان کا لفظ ہے ان سب کا مطلب ایک ہی ہے یعنی مددگار و معاون۔عربی میں آوان آن کی جمع کو کہتے ہیں اور آوان نام کے ایک شہر کا ذکر تورات میں آتا ہے۔ جو شداد بن بداد نے قبطیوں سے لڑائی کے بعد ان کی مقبوضات مصر و سکندریہ کو لے لیا اور آوان نامی شہر آباد کیا۔لیکن تحقیق الانساب میں محمد علی رونق ایسا کوئی بھی ثبوت نہیں دے پائے جس سے برصغیر میں موجود اعوانوں کی کوئی نسبت اس زمانے سے ملتی ہو۔

اب یہ لفظ استعمال کب ہونا شروع ہوا تو اس معاملے میں عرض کر دوں کہ جن احباب نے اعوان لفظ کی کڑیاں عون بن علی کرم اللہ وجہہ یا سلطان محمود غزنوی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے تو یہ سراسر غلط ہے ۔ایک مدت تک لفظ علوی ہی مروج رہا مغلوں کے ابتدائی زمانہ تک علوی ہی مشہور رہے ۔اس کے بعد برصغیر میں سادات فاطمیہ اور سادات علویہ میں الگ تشخیص رواج پانے لگا۔ سادات فاطمیہ نے لفظ اعوان کا خطاب دیا جو عون سے اعوان کا لفظ استعمال ہوا۔قطب شاہی کی اصطلاح ایک الگ بحث ہے۔

لفظ اعوان اور آوان میں فقط دو زبانوں کا فرق ہے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

فائنل

جو لوگ تذبذب میں ہیں کہ نہ جانے کیسے یہ اوان سے اعوان بن گیا تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ فقط تب سے جب سے اردو زبان لکھنے کا آغاز ہوا تو لفظ اوان نے اعوان کی شکل دھاری۔

اس عنوان پر محمد سرور خان اعوان نے اپنی کتاب تاریخ اعوان "توضیح الانساب" میں صفحہ ۲۱۳ سے ۲۲۳ تک مدلل بحث کی ہے جس کے بعد کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ملک کی حقیقت

ملک کے معنی بڑا جس کا مفہوم ہے کہ برادری کا بڑا، سردار یا بزرگ ہے۔عرب میں قبیلے کے سربراہ کو ملک کہا جاتا ہے اس نسبت سے اعوان قبیلہ بھی لفظ ملک استعمال کرتا ہے بعد میں فاتحین ہند نے مختلف قبائل کو ملک کے خطاب سے نوازہ جن کی تعداد 80 کے قریب بنتی ہیں۔

اعوان اور مسئلہ سادات

لفظ سید کے حوالہ سے عرض ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں یہ لفظ حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد سے منسوب کیا جاتا ہے۔اہل عرب کے نزدیک حضرت علیؓ کی تمام اولاد سید ہے۔ یہاں برصغیر پاک و ہند میں یہ بحث ہوتی ہے کہ کیا اعوان سید ہیں یا نہیں؟۔اس سلسلے میں اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ قبیلہ اعوان کا موقف وہی ہے جو جد اعلیٰ حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ کا میدان کربلا میں تھا۔ جہاں حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ نے امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کی غلامی کو ترجیح دی اور ہمیشہ فرمایا میں آپ کا غلام ہوں۔ قبیلہ اعوان کا جدِ اعلیٰ جس ہستی کا غلام ہے تو اولاد حضرت عباس علمدار سلام اللہ علیہ بھی اولاد حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے غلام ہیں۔

فیصلہ ہائی کورٹ لاہور 1935ء

بعض لوگوں نے ایک بحث جو اعوان قبیلہ کے عربی یا ہندی ہونے کے حوالے سے شروع کی ان کی خدمت میں پنجاب ہائی کورٹ لاہور کا ایک فیصلہ پیش کیا جاتا ہے۔

کھوکھر قبیلہ پنجاب کے وسطی علاقوں پر ہمیشہ سے قابض رہا۔ تاریخ اعوان پر لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ حضرت عون قطب شاہ نے ایک شادی کھوکھروں کے ہاں کی اور ان سے ہونے والی اولاد کھوکھر اعوان کہلائی۔ ایک اور روایت ہے کہ حضرت محمد عبداللہ گولڑہ نے خانقاہ ڈوگراں کے قریب ایک نو مسلم کھوکھر کی بیٹی سے شادی کی۔ اس کے بعد علوی کھوکھروں کی نسل چلی۔ اس ضمن میں لاہور ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ اور گزیٹر ضلع گورداسپور کے حوالے سے حاجی محمد منشا شہزادہ اپنی کتاب خاندان کھوکھر کے صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں کہ

"اولاد اعوان عون بن یعلیٰ کے نام پر مشہور ہوئی۔ بعض ایسے ہندو قبیلوں نے جن کا گوت کھوکھر اور چوہان ہے۔ رشتہ داری کے باعث اپنے آپ کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ اس تاریخی حیثیت سے بے خبر ہیں کہ قطب شاہی کھوکھروں اور چوہانوں، اعوانوں ہی گوتوں کے راجپوتوں میں نسبی طور پر کیا فرق ہے اس غلط فہمی کا شکار صرف بعض کھوکھر اور راجپوت جو اعوان کہلاتے ہیں، نہیں ہوئے کہ کھوکھر اور چوہان، ہندو راجپوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ اعوان نام سے مشہور ہیں صحیح النسل اعوانوں کو بھی راجپوت تصور کر لیا۔ چنانچہ یہ مسئلہ جب ہائی کورٹ پنجاب میں زیر بحث آیا۔ تو جج ان ہائی کورٹ نے

فائنل

فیصلہ کیا۔کہ ضلع گورداسپور کے وہ ہندو راجپوت جو اعوان کہلاتے ہیں ۔ راولپنڈی ڈویژن میں آباد ان اعوانوں سے بالکل مختلف النسب ہیں جو کلیم مسلمان ہیں اور قطب شاہ کی اولاد خاندان قریشی سے ہیں"۔(اے آئی آر۔لاہور 1935ء نمبر 899 گزٹر ضلع گورداسپور 1915ء ص 49)

اعوان قبیلہ کی تاریخ لکھنے والوں نے یہی غلطی کی ہے کہ تمام اعوانوں کو ایک ہی قبیلہ سمجھا حالانکہ علوی اعوان اور راجپوت اعوان الگ الگ شناخت اور علاقوں میں آباد ہیں۔

شہادت علم الانسان

علم النسل، علم الانسان کہلاتا ہے اور انگریزی میں اسے Anthropology کہتے ہیں جس میں اب سائنسی تحقیق D.N.A تک پہنچ چکی ہے۔Ancestory D.N.A کی مدد سے ایک ہزار سال قبل آباؤاجداد کی نسل کا پتہ چل سکتا ہے۔ جہاں تک علم النسل کی شہادت کا تعلق ہے کاکیشن نسل کی سامی اور آریائی شاخوں میں نہ صرف رنگ کا فرق ہے بلکہ ان کے خدوخال اور جسم کی ساخت میں بھی فرق ہے۔اگر چہ یہ باریک امتیازات صرف ایک ماہر ہی دیکھ سکتا ہے۔

سامی اقوام کا جبڑا چوڑا ہوتا ہے آریائی اقوام کا مقابلتاً گول ہوتا ہے۔ سامی اقوام کی چھاتی کا ابھار آریائی اقوام کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ سامی اقوام کی شانہ کی ہڈی آریائی قوم کے مقابلہ میں زیادہ چوڑی ہوتی ہے۔اور پنجر سے اس کا زاویہ اتصال زیادہ ہوتا ہے ۔ سامی اقوام میں چہرے کی ہڈی کا جھکاؤ آریائی اقوام کی نسبت کم ہوتا ہے ۔ سامی اقوام میں کھوپڑی کے طول وعرض کا

فرق آریائی اقوام کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دونوں شاخوں کے بالوں کی ساخت میں بھی فرق ہے اگر چہ یہ ایک فنی بحث ہے اور ایک ماہر فن ہی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ لیکن جب ہم خالص اعوان قوم کے افراد کا مقابلہ آریائی اقوام کے افراد سے کرتے ہیں تو باوجود نسلوں کے غلط ملط ہونے کے ہم نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعوان سامی اقوام کے کسی خاندان سے ہیں ۔اعوانوں کی اپنی قومی روایات بھی اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ (مقالہ سلطان محمود اعوان)

کوہستان نمک میں اعوانوں کا ارتقاء

عون قطب شاہ بغدادیؒ کی وادی سون میں آمد اور تبلیغ کے بعد یہاں تیزی سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔اور یہ علاقہ مسلمانوں کا گڑھ بنتا گیا۔وادی سون جغرافیائی لحاظ سے ایسی جگہ ہے جو مغرب سے آنے والے حملہ آوروں کی گزرگاہ سے دور ہے۔مغرب سے آنے والے حملہ آوروں نے عموماً ملتان، میانوالی یا جہلم کا رستہ اختیار کیا۔وادی سون کے مغرب میں کھوکھر قبیلہ کا راج تھا جبکہ وادی سون کا مشرقی علاقہ جنجوعہ راجپوتوں کا مسکن تھا۔اسی طرح دامن کوہ کے علاقوں میں ٹوانہ قبیلہ قابض تھا۔یہاں خوارزم شاہ کے بعد کوئی بڑی لشکر کشی کی روایت تو نہیں ملتی البتہ کھوکھروں ،جنجوعوں اور ٹوانوں سے ایک مدت تک خونریز لڑائیاں ہوتیں رہیں۔جنجوعوں سے وادی سون کا مشرقی حصہ تقریباً خالی کرالیا گیا اور جنجوعہ قوم صرف کٹھہ تک محدود ہو کر رہ گئی البتہ وادی سون کے گاؤں احمد آباد میں جنجوعہ برادری کے کچھ گھر اب بھی آباد ہیں۔

ایک مدت تک اعوان قبیلہ کا مرکز وڑچھا رہا اور جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں وڑچھا میں ہی متحد ہو کر لشکر کشی ہوتی ،ٹوانہ قبیلہ سے مشہور لڑائی موجودہ گاؤں

ہڈالی کے قریب ہوئی جہاں اتنی اموات ہوئیں کہ روایات کے مطابق یہاں انسانی ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتیں۔ جس کی وجہ سے نام ہڈ آلی اور بعد میں ہڈالی ہی پڑ گیا۔ اس جنگ کے نتائج کے متعلق مختلف مورخین کا اختلاف ہے ٹوانہ قبیلہ نے اس لڑائی میں فتح کا دعویٰ کیا جبکہ اعوان مصنفین کا دعویٰ ہے کہ اعوان فاتح رہے۔ اگر زمینی حقائق کو مدنظر رکھ کر جائزہ لیا جائے تو ہڈالی، بوتالہ وغیرہ ٹوانوں کا مرکز ہے۔ اگر لڑائی ہوئی ہی یہاں پر ہے جو علاقہ اعوان کاری سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے تو اعوان قبیلہ کی طاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لڑائی کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو البتہ قبیلہ اعوان کے لشکر نے ٹوانہ قبیلہ کے مرکز میں جا کر لشکر کشی کی۔ اور اب بھی اعوان قبیلہ کے گاؤں دامن کوہ میں موجود ہیں جن میں وڑچھا، جبی، ڈھوکڑی، ٹلی ناڑی وغیرہ جو بنیادی طور پر لڑائیوں کے بعد حاصل کئے گئے۔ اسی طرح کھبیکی اور کٹھہ کے جنجوعوں کی لڑائیاں شامل ہیں۔ وادی سون اور کٹھہ کی موجودہ حد بھی ایک لڑائی کے نتیجہ میں ہونے والی صلح کی بنیاد پر ہے جس میں ملک نور خان کی جائے وفات پر چورہ نور خان تک وادی سون کی حد مقرر ہوئی یہ لڑائی شروع تو سکھوں کے زمانہ سے ہوئی مگر اختتام ملک نور خان کی وفات پر ہوا۔

جد اعلیٰ قبیلہ اعوان حضرت عون قطب شاہؒ اور ان کے فرزند والی وادی سون حضرت عبداللہ گولڑہ چونکہ یہاں تبلیغ کی غرض سے تشریف لائے چنانچہ ان کی اولاد بھی اس رستے پر گامزن رہی۔ قبیلہ اعوان کی تاریخ گواہ ہے کہ اس علاقہ کے قاضی، قاری، حفاظ کرام اور اولیاء اللہ کی ہمیشہ سے بہتات رہی اور مسلم حکمرانوں کے درباروں میں اس علاقہ کے علماء کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا۔ اورنگ زیب عالمگیر علاقہ وادی سون سے گزرے تو یہاں کے بزرگوں

سے بہت متاثر ہوا۔ یہاں کئی وثیقے اب بھی موجود ہیں حضرت محمد الیاسؒ، سلطان حاجی احمد اویسیؒ، اور حافظ نورالدین اعوان کو جائیدادیں عنایت کیں۔ اس طرح شاہی قاضی بھی رہے۔سکھوں کے زمانہ میں یہاں دھاڑیں ماری جاتیں رہیں جن میں شجاعت کی کئی داستانیں آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔ انگریزوں کے زمانہ میں پہلا بڑا اقدام پہلی جنگ عظیم کے وقت سلطنت عثمانیہ کے وقت تحریک خلافت کے طور پر سامنے آیا جب یہاں کی غیور عوام نے گرفتاریاں پیش کیں۔ اس میں صرف اعوان قبیلہ ہی نہیں بلکہ پیر آف سیال شریف کے حکم پر وادی سون کے تمام باسیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔تحریک پاکستان میں بھی اعوان قبیلہ پیش پیش رہا اور وادی سون میں ملک اللہ یار آف اوچھالی نے سب سے پہلے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا اور مردوال سے قاضی مرید احمد مسلم لیگ کے ہراول دستے میں رہنماء کے طور پر سامنے آئے۔ قاضی مرید احمد قائد اعظم کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ قائد اعظم نے آپ کو کنوینر مقرر کیا آپ نے پنجاب بھر میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں سندھ اور سرحد(موجودہ خیبر پختونخواہ) میں دوقومی نظریہ اور تحریک پاکستان میں شاندار خدمات کے صلے میں انہیں گولڈ میڈل اور بعد از وفات محکمہ ڈاک نے ان کے نام کا یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔اس کے علاوہ ملک کرم بخش اعوان کے والد ملک مولا بخش اعوان بھی قیام پاکستان سے قبل 1946ء کے انتخابات میں کامیاب ہوئے۔

تحریک پاکستان کے زمانہ میں مردوال اور کھوڑہ کے نوجوان انگریزوں کے خلاف سرگرم رہے۔اس کے علاوہ کئی علاقائی لڑائیاں مشہور ہیں۔

فائنل

شجرہ نسب ملک غلام محمد تر کا اعوان مردوال وادی سون

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

|

حضرت عباس علمدارؓ

|

حضرت عبیداللہ علویؒ۔ حضرت حسن علویؒ۔ حضرت حمزہ علویؒ اول۔ حضرت جعفر علویؒ۔ حضرت علی علویؒ
حضرت قاسم علویؒ۔ حضرت طیار علویؒ۔ حضرت حمزہ علویؒ ثانی۔ حضرت یعلیٰ قاسم علویؒ۔ حضرت عون قطب شاہ علوی بغدادیؒ
حضرت عبداللہ المعروف گورڑہؒ اعوان۔ احمد علی لقب بدرا ین اعوان۔ محمد علی لقب حسن دوست اعوان۔ ملک طورا اعوان
ملک انور علی اعوان المعروف خانان عرف کھلان۔ ملک بدر علی اعوان۔ ملک درویش اعوان۔ ملک جسارت علی اعوان
ملک اللہ وسایا اعوان۔ ملک پیر بخش اعوان۔ ملک طُورا اعوان۔ ملک ہمایوں اعوان۔ ملک ارباز اعوان
ملک مردان علی اعوان عرف مرد بانی مردوال۔ ملک میاں محمد اعوان عرف وڈو شاخ ممدال۔ ملک سرور اعوان
ملک مرید اعوان۔ ملک آیت اللہ اعوان۔ ملک اللہ داد اعوان۔ ملک مہر اعوان۔ ملک خان اعوان

|

ملک چراغ اعوان

|

ملک فتح اعوان

|

ملک امیر باز اعوان — شہالم اعوان — عالم اعوان — علی اعوان

ملک امیر باز اعوان:
ملک شاہنواز اعوان — حاجی شیر باز اعوان

ملک شاہنواز اعوان:
ملک غلام محمد اعوان عرف تر کا

ملک غلام محمد اعوان عرف تر کا:
ملک میاں محمد اعوان — گل محمد اعوان — عطا محمد اعوان

عطا محمد اعوان:
شاہ دل اعوان — محمد آصف اعوان

محمد آصف اعوان:
محمد طلحہ زاریان — حنزلہ عباس اعوان — معیز عباس اعوان

شاہ دل اعوان:
قاسم شہزاد اعوان — عاصم شہزاد اعوان

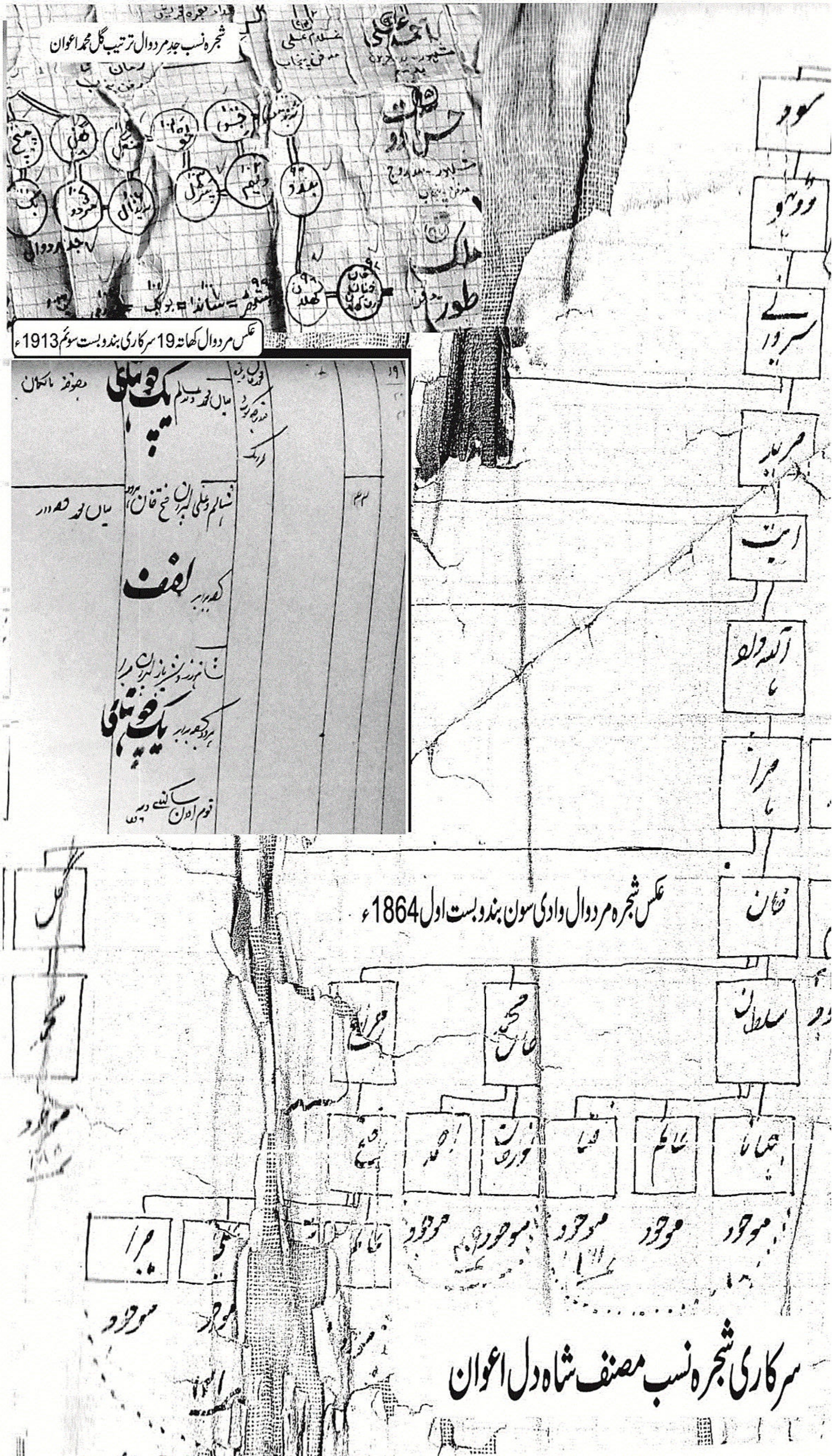

شجرہ نسب جدِ مردوال ترتیب گل محمد اعوان

عکس مردوال کھاتہ 19 سرکاری بندوبست سوئم 1913ء

عکس شجرہ مردوال وادی سون بندوبست اول 1864ء

سرکاری شجرہ نسب مصنف شاہ دل اعوان

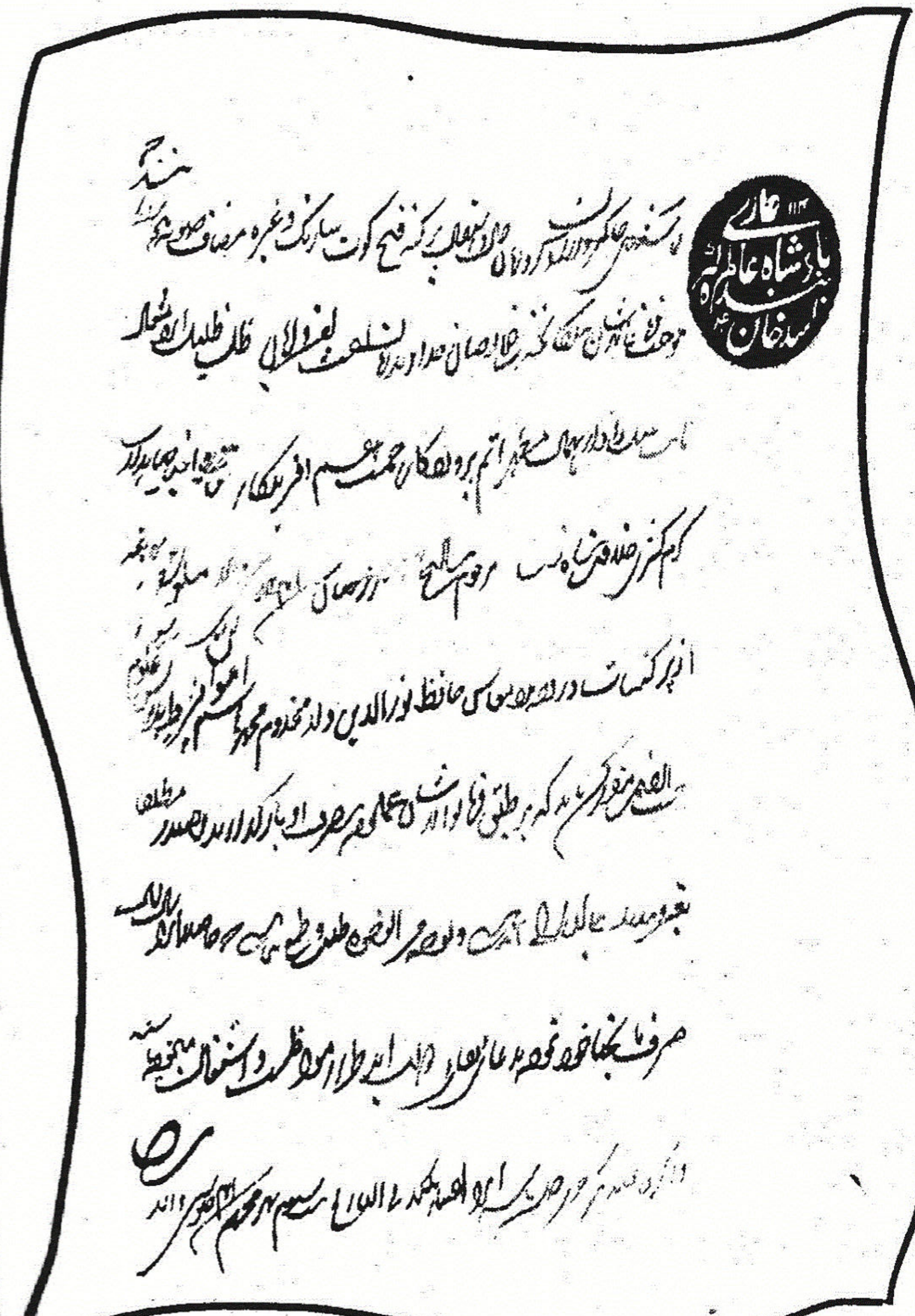
اسد خان فدوی بادشاه عالمگیر غازی ۱۱۳
سند
حافظ نورالدین ولد مخدوم محمد

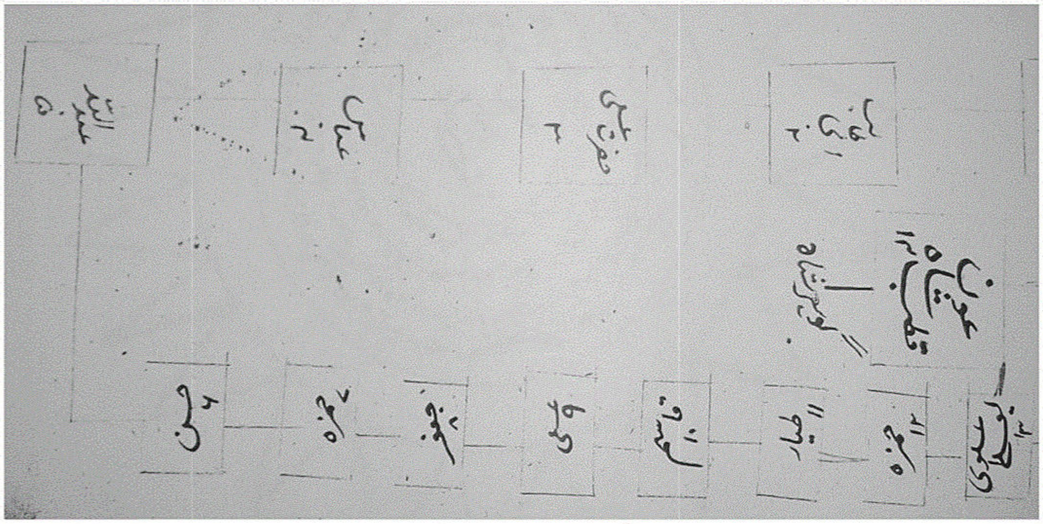

شجرہ ترتیب نسابہ راءنلی

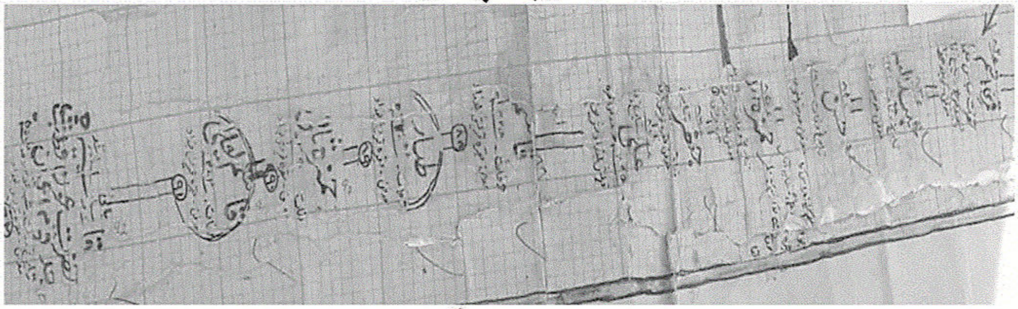

شجرہ ترتیب گل محمد اعوان کھبیکی

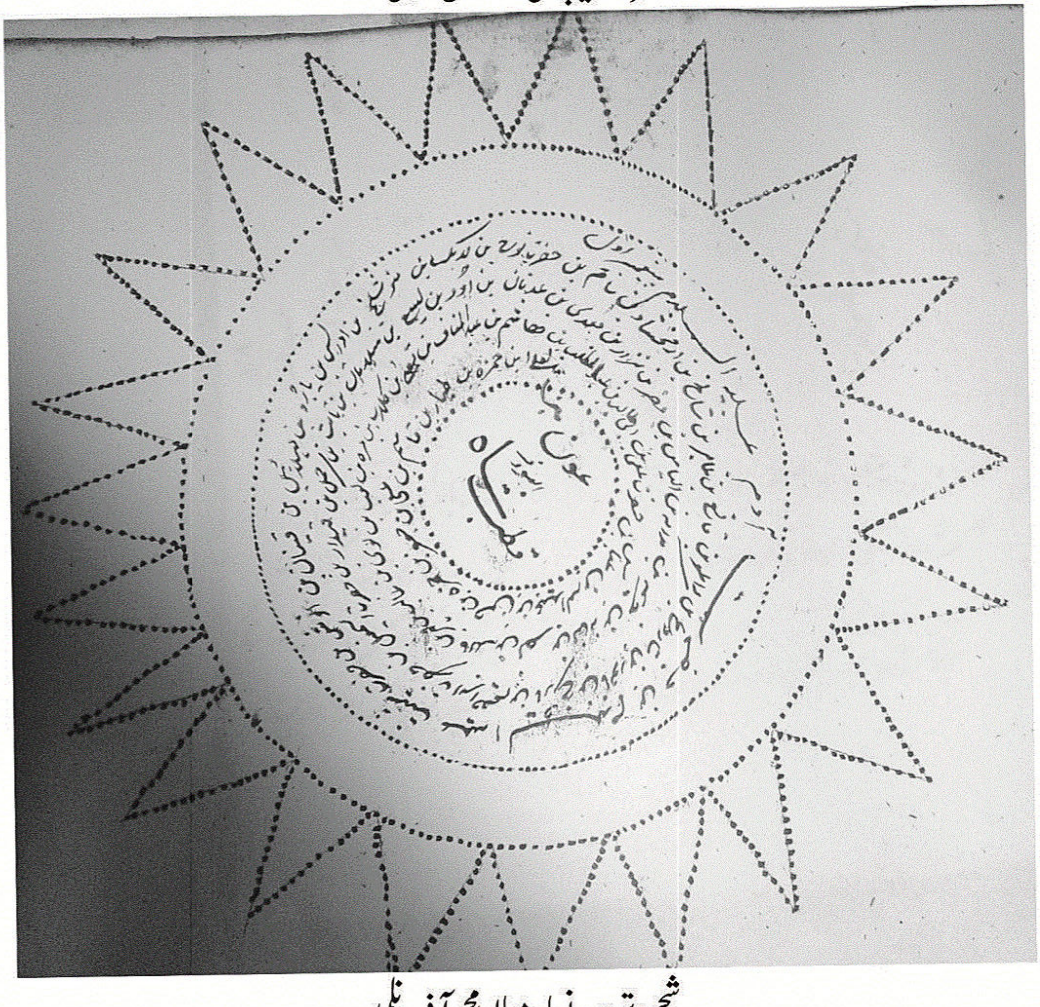

شجرہ تریب نسابہ میاں محمد آف نلی

شہید کربلا باوفا او از یک فرزند نسل دارد

و سکونت گرفتہ در علاقہ ... و کنارہا سندھ دریا

۳- عبید اللہ بن
۴- حسن بن
۵- حمزۃ الاکبر بن
۶- ابو محمد القاسم بن
۷- ابو جعفر محمد بن
۸- جعفر بن
۹- علی بن
۱۰- قاسم علوی بن
۱۱- طیار علوی بن
۱۲- حمزۃ الاصغر بن
۱۳- ابو یعلی قاسم بن
۱۴- عون بن یعلی عرف قطب شاہ بن
۱۵- محمد عرف کندلان گل شاہ بن
۱۶- عالم دین عرف سکن یا سگھو بن
۱۷- بدیع الدین عرف بھیں بن
۱۸- ہاشم عرف ہاشو بن
۱۹- صالح محمد عرف صلو بن
۲۰- ملاں محمد شاہ بن
۲۱- ملاں محمد یحیی بن
۲۲- حاجی ابراہیم بن
۲۳- حاجی غوث محمد بن
۲۴- حاجی الحرمین میمون اعرابی بن
۲۵- ملاں محمد عرف ممدو میاں بن
۲۶- ملاں غلام احمد عرف غلمو بن
۲۷- ملاں سمیع الدین عرف سمیھ بن
۲۸- ملاں مبارک علی بن
۲۹- ملاں عالی جد امجد بن
۳۰- منشی اللہ داد بن فتح محمد
۳۱- شیخ بھنبھہ رح بن
۳۲- میاں ابراہیم
۳۳- میاں یونس ابن
۳۴- میاں موسی بن
۳۵- میاں فیض اللہ رح
۳۶- میاں احمد بخش عرف میاں احمدو بن بانی لبتی میاں صاحب
۳۷- حکیم غلام حسن بن

سکنان
معرکہ ڈیرہ وال

ملاں عیسے
ملاں محمد
عبد الرشید
فتح محمد
عبد الغفور
افضل محمد
نور احمد
عبد الغفور
عطا اللہ
کلیم اللہ
ولی اللہ

ملاں عیسے
مقصود علی
حمزہ
احمد
حبیب اللہ
غلام محمد
مقصود علی
غلام حسن

ساکن بنڈ باہو شاہ

میاں احمدو
میاں ابراہیم
میاں عمر
میاں نور محمد

امام بخش

سکنان
معرکہ دریا خان

ملاں عیسے
ملاں محمد
عبد الرشید
محمد طاہر
غلام علی
سعد اللہ
محمد طاہر
حیدر بخش
صالح محمد
نور محمد
امیر محمدو

غلام رسول و اللہ بخش
ساکن بہاڑ پور

فتح محمد
شیخ بھنبھہ رح
میاں ابراہیم
حسین احمد
محمد صدیق
نور احمد

میاں محمود
میاں طیب
میاں صالح محمد
میاں فاضل

معرکہ کہاوڑ کلاں

غلام رسول
غلام عبد الکریم

غلام یٰسین
خطیب جامع مسجد
کہاوڑ کلاں

معرکہ خانپور قلعہ جنوبی تھل

اللہ داد منشی
فتح محمد
شیخ بھنبھہ رح
میاں یونس
عبد المجید
محمد حسین
میاں خدا بخش
ملاں عیسے
نور محمد
مرید حسین
دوست علی

محمد حیات حکیم

ساکنان
معرکہ لبتی میاں صاحب موران جنوبی

فتح محمد
شیخ بھنبھہ رح
میاں یونس
عبد المجید میاں فیض اللہ رح
میاں احمد بخش عرف احمدو
میاں اللہ بخش
غلام نبی
حکیم نور محمد
خدا بخش

میاں احمد بخش عرف میاں احمدو

حکیم غلام حسن
حکیم قادر بخش
حکیم غلام رسول میاں حسین بخش
و میاں یار محمد خطیب مسجد

لبتی میاں صاحب موران شمالی

معرکہ موضع دیانی

حکیم محمد طاہر
غلام علی
گل محمد و عطا محمد
فیض محمد و
غوث محمد و محمد نواز

معرکہ کرائری کوٹ

عطا محمد
محمد بخش و اللہ بخش سخا محمد
امام بخش

ملاں عالی جد امجد آمدہ از کوہستان نمک
و سکونت گرفتہ در قلعہ منکیرہ و فرزند او
کاتب حاکم قلعہ منکیرہ
میاں طیب و میاں محمود و شیخ بھنبھہ
مدفن در قلعہ باوٹ شریف
میاں فیض اللہ رح قبر شریف در قلعہ خانپور

نور احمد ... لنشت

۳۹ ... میاں یار محمد بن ... میاں علوی ... میاں احمد بخش ... بن میاں ... فقیر غلام حسن ... از قلعہ خانپور جنوبی تھل ... ۱۲/۱۱/۱۹۹۳

شجرہ عون قطب شاہؒ ترتیب بلوچ خان نسابہ کھبیکی

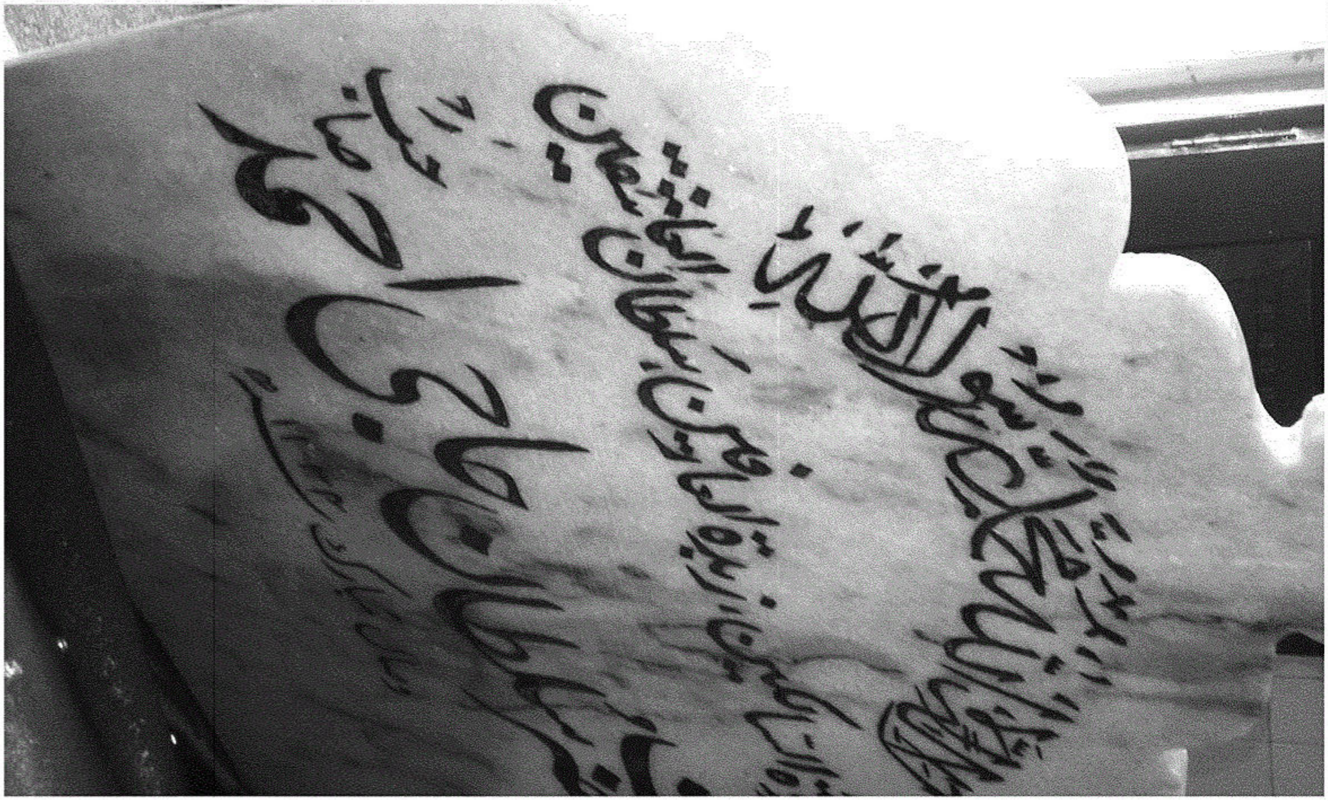

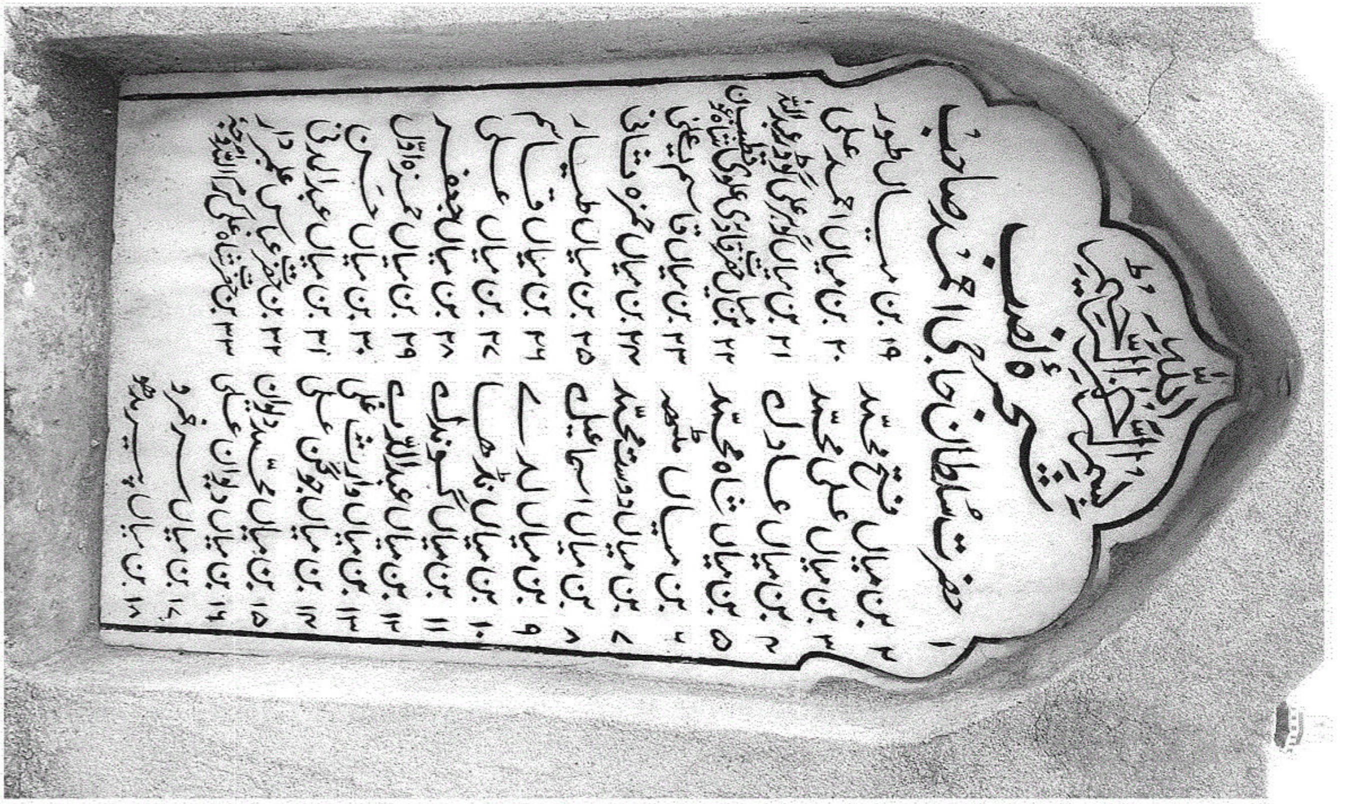

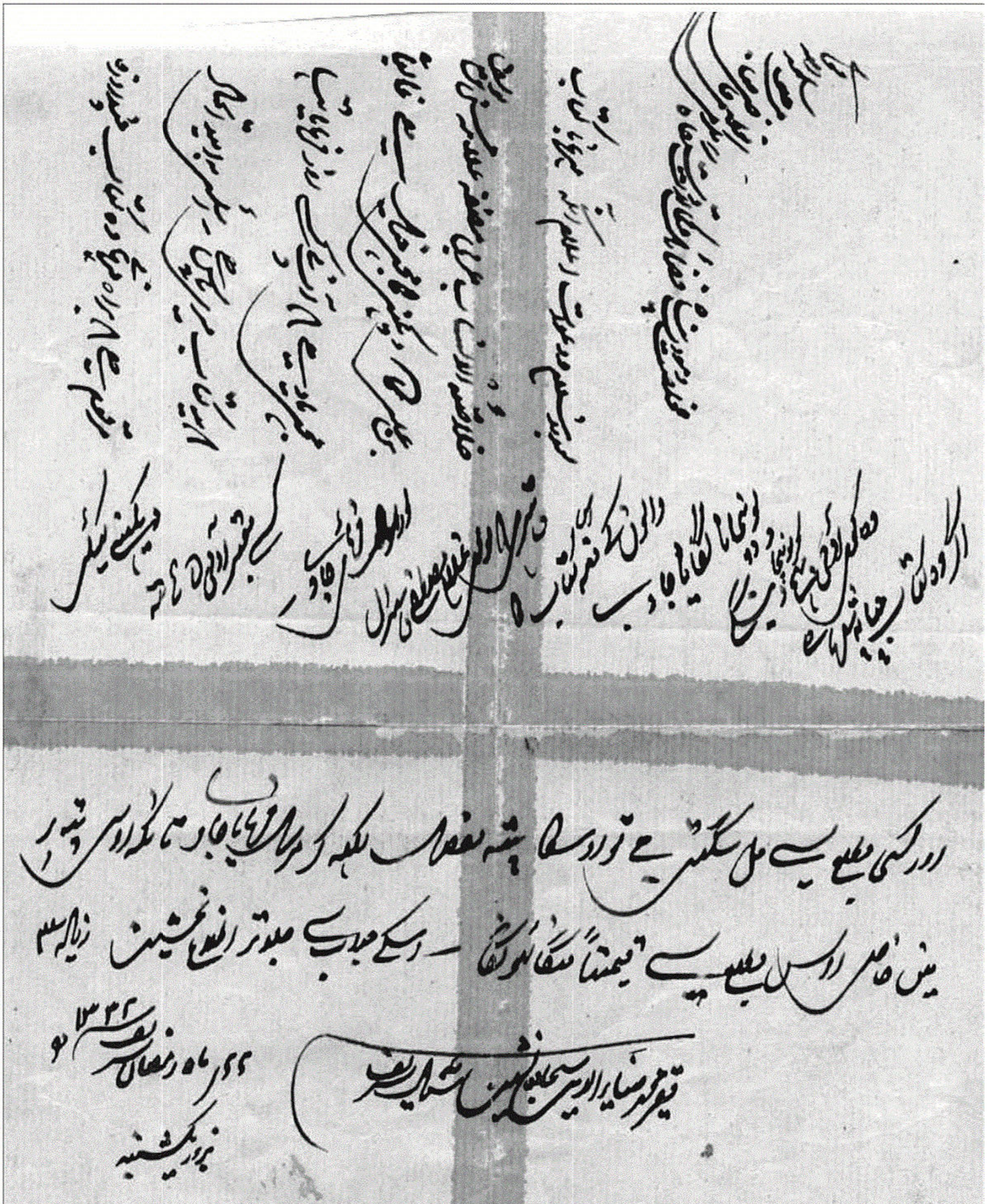
فقیر محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف

۲۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

بروز یکشنبہ

اصل خط محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف

حق سبحانه و تعالی ذات قدسی صفات [illegible] الفقرا را

بعد از تقدیم لوازم تسلیم و بندگی عتبهٔ محترم معروض ضمیر خورشید نظیر مشمول

می‌دارد که الحمدلله تعالی کمال عافیت الفقرا حاصل

غریب نواز رفیعی از حضور شرف ترخیص یافته [illegible]

همه ایام [illegible] [illegible] [illegible] تمام ادوار درو[illegible]

در [illegible] عافیت و [illegible] جناب [illegible] [illegible]

[illegible] صحت یابانند و [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] حضور باشی [illegible] [illegible] [illegible]

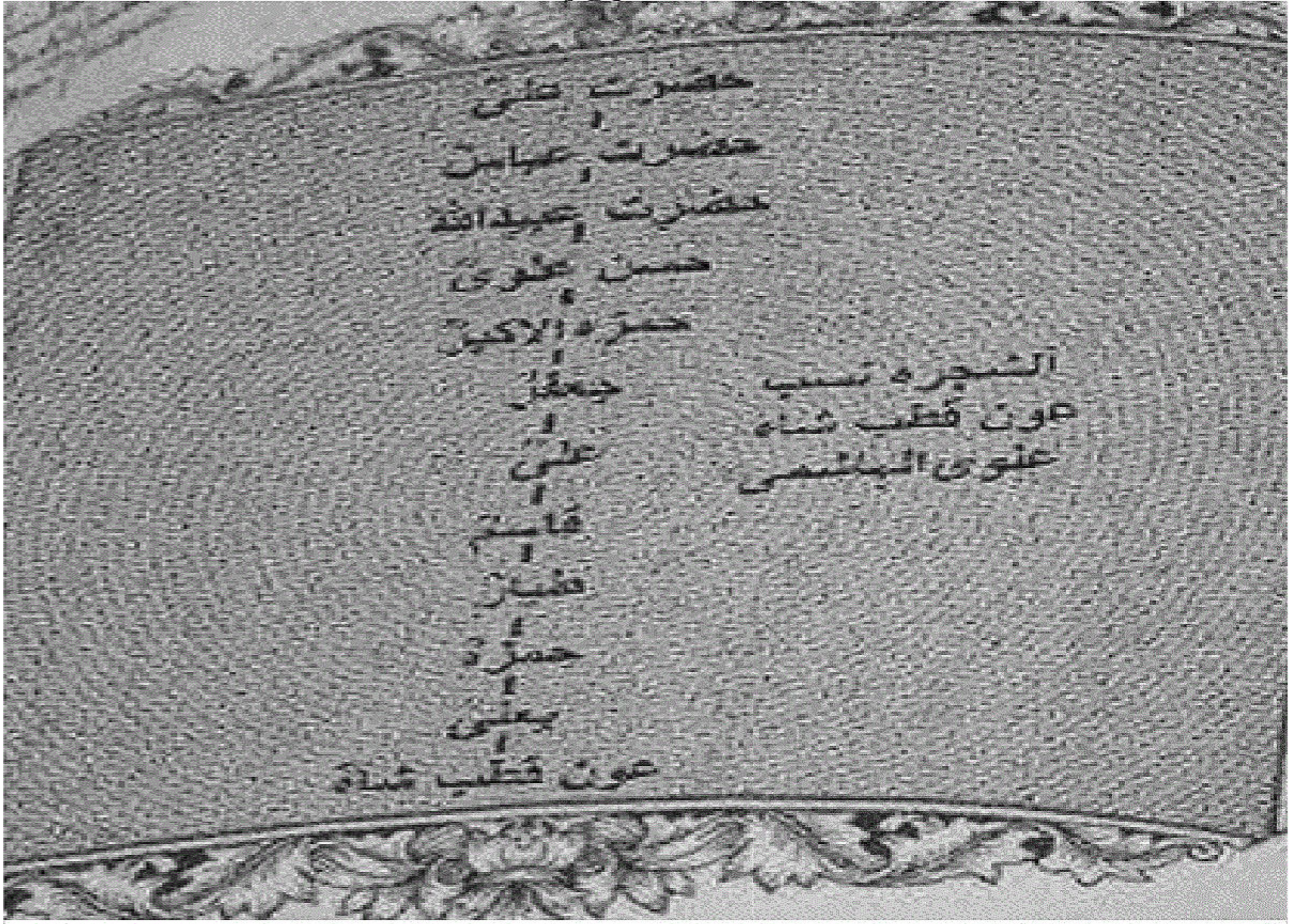

عون قطب شاہؒ کا قدیم شجرہ

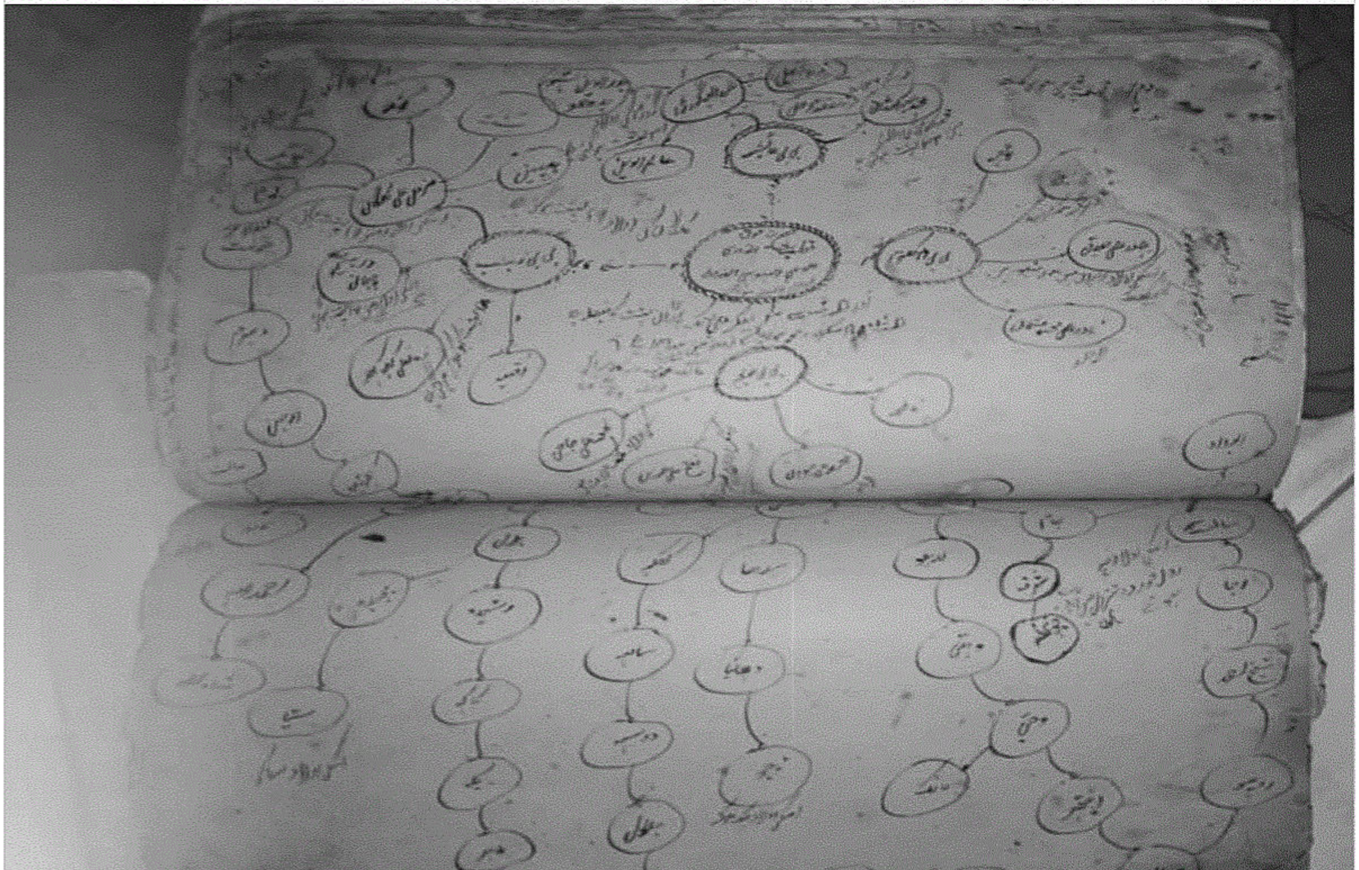

نسابہ ملنگ علی کے اصل ریکارڈ میں موجود شجرہ

کتب حوالہ جات

۱ قرآن کریم
۲ مسلم شریف
۳ ترمذی شریف
۴ نسب قریش لابی عبداللہ المصعب
۵ زادالاعوان مولوی نورالدین
۶ باب الاعوان مولوی نورالدین
۷ الشجرۃ الترکیہ سید یوسف بن عبداللہ
۸ سر سلسلۃ العلویہ لابی نصر البخاری
۹ الشجرۃ الطیبہ سید فاضل الموسوی
۱۰ تاریخ علوی مولوی حیدر علی
۱۱ تاریخ حیدری مولوی حیدر علی
۱۲ تاریخ قوم اعواناں محمد اسحاق اعوان
۱۳ صفحات چکوال ملک محمد نواز
۱۴ مجلہ ضیائے سون قطب شاہ نمبر
۱۵ ماہنامہ الاعوان اگست 1972ء
۱۶ توضیح الانساب محمد سرور خان اعوان
۱۷ وادی سون سکیسر محمد سرور خان اعوان
۱۸ وادی سون سکیسر احمد غزالی
۱۹ مراۃ الاسرار عبدالرحمن چشتی
۲۰ تاریخ پشاور منشی گوپال داس
۲۱ لاہور تاریخ کے آئینے میں میر سید بخاری
۲۲ منظر سون شاہ ولی اعوان
۲۳ مشاہیر سون شاہ ولی اعوان
۲۴ تحفۃ الاعوان شاہ ولی اعوان
۲۶ گزیٹیر ضلع گورداسپور 1915ء
۲۷ برصغیر کے عرب نسب وطن شمر اعوان اعجاز آزاد کمبویالوی
۲۸ روحانی رابطہ زبان پشتو عبدالحلیم اثر افغانی
۲۹ مصباح التواریخ مولانا عبدالمجید سنبھلی
۳۰ مراۃ مسعودی ترجمہ ترجمہ زبیر احمد گلزاری
۳۱ نسب الصالحین حاجی جہانداد اعوان
۳۲ جامع تاریخ ہند خلیق نظامی
۳۳ المعقبون سید مہدی الرجائی
۳۴ تحقیق الاعوان محمد خواص خان
۳۵ تذکرہ الاعوان شیر محمد کالاباغ
۳۶ تاریخ اعوان شیر محمد کالاباغ
۳۷ تاریخ ہزارہ ڈاکٹر شیر بہادر پنی
۳۸ تاریخ بناکتی ابوسلیمان بناکتی
۳۹ التحقیق ترتیب زبیر احمد گلزاری
۴۰ البدایہ والنہایہ ابن کثیر
۴۱ تاریخ افغان گنڈا پور
۴۲ تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف
۴۳ طبقات ناصری محمد منہاج الدین
۴۴ منتخب التواریخ محمد ہاشم خراسانی
۴۵ نزھۃ الخواطر علامہ الشریف عبدالحی
۴۶ انوار شمسیہ امیر بخش سیالوی
۴۷ اعجاز خسروی امیر خسرو
۴۸ سرزمین سرگودھا شیخ محمد حیات
۴۹ تاریخ اجمیر نثار الملک میراجی

۴۵	معارف الاعوان	محمد ریاض انول اعوان	۵۰	مختصر التاریخ	ابن الکازونی
۵۱	تحقیق الانساب	محمد علی رونق صدیقی	۶۹	تاریخ داؤدی	عبداللہ
۵۲	نسل الفراوقی و تاریخ اہل بغداد	محی الدین بلال	۷۰	تاریخ فیروز شاہی	ضیاالدین برنی
۵۳	منتخب التواریخ	بیگ چیون داس اختیر داس	۷۱	سفرنامہ ابن بطوطہ	ترجمہ رئیس احمد جعفری
۵۴	حکایات عالیات عراق	ڈاکٹر اصغر قائمان	۷۲	منتخب التواریخ	مرتضیٰ حسین
۵۵	تاج المآثر	صدرالدین حسن نظامی	۷۳	منتخب التواریخ	عبدالقادر بدایونی
۵۶	تاریخ التواریخ جلد۲	محمد تقی	۷۴	مراقد المعارف	محمد حرز الدین
۵۷	فضائل الفتوح	امیر خسرو مترجم محمد وحید	۷۵	منتخب تواریخ اودھ	سید کمال الدین حیدر
۵۸	جامع التواریخ	رشیدالدین ہمدانی	۷۶	ظفرنامہ	شرف الدین علی یزدی
۵۹	مفتاح الفتوح	اشم کوفی	۷۷	مطلع السادین	عبدالرزاق ثمرقند
۶۰	فتوح السلاطین	خواجہ عبدالمالک	۷۸	پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	عبدالمجید سندھی
۶۱	تحفہ وجاب فی بیان الانساب	محمد خلیل اللہ انصاری	۷۹	آثار البلاد و اخبار العباد	زکریا بن محمد قزوینی
۶۲	صورت الارض	ابو زید بلخی	۸۰	معجم الوافی	جلد سوئم
۶۳	تاریخی شاہی مسجد ٹھٹھی و آثار صالحین	مولانا طاہر محمود الطہرین پیر حبیب بخش مخدوم	۸۱	جغرافیہ الباز الاشہب	ڈاکٹر جمال الدین فالح الکیلانی
۶۴	تاریخ بیہقی	ابو الفضل بیہقی	۸۲	تاریخ یمینی	ابو نصر محمد عتبی
۶۵	تاریخ الخلفاء	حافظ جلال الدین	۸۳	انتخاب نہج البلاغہ	مرتب: حفیظ گوہر
۶۶	حمزہ بن قاسم	محمد سعید نجاتی	۸۴	تاریخ راجپوت کھوکھر	رانا محمد سرور خان
۶۷	عمدۃ الطالب	جمال الدین احمد	۸۵	نسب الاعوان	حسام الدین اعوان
۶۸	حافظ الکرم	پیر محمد طاہر حسین	۸۶	شہاب الدین غوری	کامران اعظم سوہدروی
۶۹	تذکرہ شیخ المشائخ	حافظ شکر اللہ		پنجتن اور غیر مسلم	محمد حسنین مروت
۷۰	بہجۃ الاسرار	امام ابوالحسن الشطنوفی		فاتح کربلا	علامہ اللہ بخش نیر
	تجلیات کرم	محمد رب نواز قادری		فاتح خیبر حضرت علیؑ	بشیر ساجد

مصنف کی دیگر کتب

- تنہائیاں اے کاش نہ ہوتیں (شاعری) 2005ء
- منظر سون (تاریخ) 2009ء
- زخم تازہ ہیں (شاعری) 2010ء
- قادیانیوں کے کفر اور راونجات (تحقیق) 2010ء
- مشاہیر سون (تاریخ) 2014ء
- تحفۃ الاعوان (تحقیق) 2016ء

حضرت مولانا شبلی کا قول ہے کہ" دنیا میں اگر قومیں زندہ ہیں تو اپنے بزرگوں کے کارنامے یاد رکھنے سے اور اگر مٹ گئیں ہیں تو اپنے آباؤ اجداد کے نام بھول جانے سے"۔ یہی وہ نقطہ تھا جس کی بنیاد پر اپنے قبیلے کا درد رکھنے والے شاہ دل اعوان اور راقم نے ۲۰۱۱ء میں ادارہ افکار الاعوان کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس کا کام صحیح النسب اعوانوں کے شجروں اور تاریخی ورثہ کو محفوظ کرنا ہے جس پر بڑے احسن طریقے سے کام ہو رہا ہے۔ اس ادارہ کے قیام میں راقم ادارہ کے تمام عہدیداروں، ممبران اور معاونین کا تہ دل سے مشکور ہے۔ ادارہ افکار الاعوان (پاکستان) واحد ادارہ ہے جس کے تمام مرکزی عہدیداروں کا تعلق علاقہ اعوان کاری سے ہے اور صحیح النسب اعوان ہیں۔

اس ادارہ کی طرف سے جناب شاہ دل اعوان ایڈووکیٹ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ایک نئی کتاب عمدۃ الاعوان لکھ کر اپنی قوم اور قبیلے سے محبت کا ایک اور بہترین ثبوت پیش کیا ہے۔ موصوف اس سے پہلے شاعری پر دو جبکہ نثر میں چار کتابیں شائع کر چکے ہیں اور یہ جناب کی ساتویں کتاب ہے۔ اتنی کم عمر میں اتنی بڑی کاوش! ایسی خوش نصیبی بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں اعوان قوم کے لئے تحقیق کی نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ راقم کے خیال میں شاہ دل اعوان کی یہ کاوش قابل تحسین بھی ہے اور لائق ستائش بھی۔ جس کے لئے جناب کو جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ راقم دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اعوانوں کو اس کتاب سے راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابوحسان محمد ریاض چشتی قادری انوال اعوان

پریزیڈنٹ ادارہ افکار الاعوان (پاکستان)

ادارہ افکار الاعوان پاکستان

11۔ رمدے بلاک، الیف ایٹ مرکز، اسلام آباد

Phone: 0092 0300 8608035

Email: awanlegal@gmail.com

Web : www.awans.com.pk

9 789692 310314